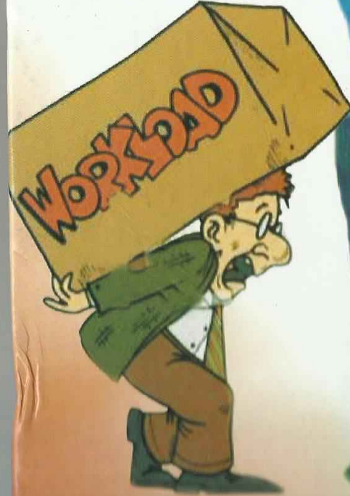
مزاحیہ مضامین

# قلم آرائیاں



خادم حسین مجاہد



# حدود اربعہ


| عنوان.......... | صفحہ نمبر | عنوان.......... | صفحہ نمبر |
|---|---|---|---|
| کہتی ہے خلقِ خدا | 5 | چور کی ڈائری | 109 |
| ایف آئی آر | 8 | جب .... | 129 |
| چھوٹے شہر کا بڑا ادیب | 9 | ستاروں کی چال | 131 |
| رازدارِ حیوانات | 11 | ایڈیٹر کی صبح کی ڈائری | 132 |
| از نوابی تا قصابی | 22 | ایک سے بڑھ کر ایک | 133 |
| قلم قبیلہ شاعر | 40 | آسامیاں خالی ہیں | 136 |
| 〃 ادیب | 51 | دھت تیرے کی | 138 |
| آنجہانی شاعری | 61 | پرچہ برائے تیسری جنس | 142 |
| ادبی اجلاس | 71 | پرچہ خوشامد | 146 |
| پرچہ حجامت و گنج | 87 | شریف اداکارہ | 149 |
| خواب اور تعبیر | 90 | مرضِ عشق | 150 |
| الیکشن ٹائم | 101 | قیس صحرائی | 154 |
| پرچہ چھیڑ چھاڑ | 105 | کٹھی میٹھی | 156 |




# کہتی ہے خلقِ خدا

سرگودھا میں ہنسی کی ہر "سازش" کے پیچھے کہیں نہ کہیں خادم حسین مجاہد کا ہاتھ ضرور ہوتا ہے۔

صوفی فقیر محمد



ابتدا سے ہی خادم حسین مجاہد کے قلم میں وہ پختگی ہے جو برسوں کی ریاضت کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اب تو اس کا قلم مزید نکھر گیا ہے۔

پروفیسر شیخ محمد اقبال



خادم حسین مجاہد اپنی تحریروں کی مدد سے دشمنوں کو دوست اور دوستوں کو دشمن بنانے میں ماہر ہے۔ اپنی بھرپور زندگی میں اس نے کئی ایسے "کارنامے" سرانجام دیئے ہیں۔ یہ دوستوں کے ساتھ ہونے والے "ایسے ویسے" واقعات و حادثات کو یوں "نشر" کرتا ہے کہ وہ گردے پیٹنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔

جوّاد حسن جوّاد



معاشرے کے رستے ناسوروں کے خلاف خادم حسین مجاہد کا رویہ جارحانہ ہی نہیں مجاہدانہ بھی ہوتا ہے۔ مسکراہٹیں تقسیم کرنے والا یہ فنکار جب قلمی جہاد پر نکلتا ہے تو مکروہ چہروں سے خوش نما نقاب نوچ لیتا ہے۔ یہ کوشش کے باوجود ظلم، استحصال ناانصافی اور کرپشن سے اپنی نفرت چھپا نہیں سکتا کیونکہ وہ مجاہد ہے جس کی اذاں ملا کی اذاں سے بہرحال مختلف ہوتی ہے۔

ڈاکٹر رضوان ثاقب



لوگ دریا کو کوزے میں بند کرتے ہیں خادم حسین مجاہد سمندر کو کوزے میں بند کر دیتا ہے۔ کسی دن یہ کوزے پھٹ گئے تو ادب میں بڑی تباہی مچے گی۔ نقادوں کو ابھی سے اقدامات کر لینے چاہیں۔

محمد عامر رانا



خادم حسین مجاہد عوام میں سے ہے اسی لئے اپنی تحریروں میں سیاست سے "امتیازی" سلوک کرتا ہے سیاست کے گندے نالے کی "بھل صفائی" کرتے ہوئے اس کے چہرے پر بڑی قاتل مسکراہٹ ہوتی ہے۔ نوجوان مزاح نگاروں میں اس جیسا بیباک ادیب اور کوئی نہیں۔

ارشاد العصر جعفری



خادم حسین مجاہد کی تحریر کی اصل خوبی وہ شگفتہ انداز نگارش ہے جو مصنف کے لبوں پر تبسم بن کر جگمگاتا ہے اور ناظر کے دل میں گدگدی پیدا کرنے لگتا ہے

ڈاکٹر زاہد منیر عامر



خادم حسین مجاہد ادبی مزاح تخلیق کرتا ہے اس کے کردار دلچسپ، خوبصورت اور شرارتی ہوتے ہیں۔

خالد یوسفی



خادم حسین مجاہد نیم فلسفی نیم ملا ہے (وضاحت کیلئے اس کی تصویر دیکھ لیں) تحریریں لکھتے ہوئے اس کا لاشعور منطق، قیافہ اور فلسفے کے زیر اثر جدلیاتی حقائق کو بھی تخلیق میں گھوٹ دیتا ہے اسی لیے اسکی تحریریں مسمریزم اور ہپناٹزم کے سے اثرات رکھتی ہیں جن کی ٹرانس سے کوئی بھی باذوق اور زندہ دل نہیں نکل سکتا۔ یہ جانوروں کی نفسیات اور انسانوں کے بارے میں ان کے خیالات اتنے وثوق سے بیان کرتا ہے کہ اس کے اشرف المخلوق ہونے پر شک ہونے لگتا ہے۔

امر بلال رانا



خادم حسین مجاہد کی تحریریں اختصار اور جامعیت کا حسین امتزاج ہوتی ہیں وہ قاری کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے اس لیے کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ پیغام دینا چاہتے ہیں۔ ان کی تحریریں آئیڈیاز سے بھرپور اور پہلودار ہوتی ہیں ایک ایک جملے سے کئی کئی مطلب برآمد ہوتے ہیں۔ یہ صنف نازک کے موضوع پر بے حد احتیاط سے لکھتے ہیں۔ ان سے زیادہ شرمیلا مزاح نگار آج تک نہیں دیکھا گیا۔ یہ ایسے ایسے پرچے سیٹ کرتے ہیں کہ طلباء پریشان ہونے کی بجائے ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو جاتے ہیں۔

رقیہ آرزو



## ایف آئی آر

ہمارے گھر میں سب بڑے، ڈائجسٹوں کے رسیا تھے ہوش سنبھالتے ہی ہم نے گھر میں پڑے رسائل کے ذخیرے کو دیمک کی طرح چاٹنا شروع کر دیا جس کے باعث بچپن میں ہی ہمارا مزاج جاسوسانہ، مفکرانہ بلکہ بزرگانہ ہوگیا۔ اس کا نتیجہ وہی نکلا جس کا ڈر تھا یعنی ہم ادیب بن گئے حالانکہ میٹرک تک ہماری علمی کیفیت یہ تھی کہ شخصے کو بھی ہم ارسطو اور شیکسپیئر قسم کی کوئی چیز سمجھتے تھے۔

مجھے طنز و مزاح لکھنے میں کبھی مشکل پیش نہیں آئی۔ کبھی کبھار منہ کا ذائقہ بدلنے کے لئے شاعری اور افسانے کو بھی منہ مار لیتا ہوں۔ دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی نے ہماری اصلاح کی بہت کوشش کی اور بچوں کے ادب کے لئے کئی اصلاحی کہانیاں لکھوائیں مگر ہمیں سدھرنا تھا نہ سدھرے، بدستور مزاح لکھتے رہے۔

دورِ جنوں میں ہم بالترتیب ماہنامہ سفید چھڑی، ماہنامہ ارقم، اور ماہنامہ پیغام ڈائجسٹ کی مجلس ادارت میں شامل رہے ہیں۔ کئی ایوارڈ و انعامات بھی لوٹے تمام قابل ذکر ملکی و غیر ملکی رسائل مستقلاً ہمارے قلمی تعاون کا شکار رہے ہیں جن میں پاکستان کا واحد مزاحیہ ماہنامہ ''چاند'' لاہور سرِ فہرست ہے البتہ اس کیلئے ہمیں سعید رضا اور محمد عنایت اللہ برابر اُکساتے رہے ہمارے ادیب بن جانے کے باوجود ممکن تھا کہ اس سانحے کے اثرات ہم تک ہی محدود رہتے مگر ارشاد العصر جعفری، سید جواد حسن جواد اور کامی شاہ نے کتاب کے لئے بہکانا شروع کر دیا تا کہ عوام بھی متاثرین میں شامل ہوسکیں.... لہذا دس برسوں کے دوران لکھی جانے والی تحریروں پر مشتمل یہ کتاب ''قلم آرائیاں'' آپ کے ہاتھوں میں ہے یہ کتاب طنز و مزاح کی ہے اس لئے اسے پڑھتے ہوئے آپ پر ہنسنا بھی لازم ہے اگر کسی جگہ رونا آجائے تو میرے ان دوستوں کو تلاش کیجئے گا جو اس کتاب کے مزاحیہ ہونے کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں۔

**خادم حسین مجاہد**
0333-7701978



## چھوٹے شہر کا بڑا ادیب

میں خادم حسین مجاہد کو ایک لمبے عرصے سے اس کی تیکھی، با مقصد اور دلچسپ تحریروں کے حوالے سے جانتا ہوں۔ سرگودھا کے ایک چھوٹے سے قصبے بھابڑا میں بیٹھا ہوا یہ انسان دوست اور وطن دوست ادیب کسی بھی ایوارڈ یا انعام کے لالچ کے بغیر اپنے حصے کا کام کیے جا رہا ہے۔ یہ میڈیا سے بہت دور ہے۔ جس کے خلا کو پر کرنے کے لئے اس نے کسی بڑے سے کبھی تعلقات نہیں بنائے۔

سچے لکھاری کا کام اپنے اردگرد نظر آنے والی خامیوں کی نشان دہی ہوتا ہے انہیں درست کرنا صاحب اختیار لوگوں کا کام ہے۔ خادم حسین مجاہد اپنا کام خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہا ہے وہ برائی کو اس انداز سے پیش کرتا ہے کہ غیر محسوس طریقے پر برائی سے نفرت محسوس ہوتی ہے اور ناگوار بھی نہیں گزرتا مثلاً اس کے چند جملے دیکھئے۔

''اگر ایک لڑکا روزانہ دس لڑکیوں کو چھیڑتا ہے تو نیوٹن کے تیسرے قانونِ حرکت کے مطابق اس کی بہن کو روزانہ کتنے لڑکے چھیڑیں گے۔'' (پرچہ چھیڑ چھاڑ)

''ہمارے ملک میں ہر موڑ پر ایک سیاسی حجام بیٹھا ہے جو باتوں میں الجھا کر عوام کی حجامت کر دیتا ہے۔'' (پرچہ حجامت)

مجھے خادم حسین مجاہد کے ہاں جس چیز نے زیادہ متاثر کیا ہے وہ اس کا گہرا مشاہدہ ہے ہمارے گرد بکھری عام سی چیزیں اس کی تحریروں میں ایک خاص زاویے سے آتی ہیں۔ وہ طنز کے چرکے بھی لگاتا ہے اور مزاح کا مرہم بھی رکھتا ہے مثلاً...... ''مس لومڑی نے

بھاگ کر آنے والوں کو دیکھ کر اسے ہوتی تھی۔ اس کے بعد آوارہ کو شہری معاشرت سے مکمل طور پر بدظن کرنے کے لئے حیوانی معاشرت کی خوبیوں پر دلائل دے کر اپنے ساتھ مستقل رہائش کے لئے ورغلانا شروع کر دیا۔ پروفیسر نے اسے چار سو بیس مرتبہ یقین دلا کر قائل کر لیا کہ چالیس دن مخصوص ماحول میں رہ کر مخصوص غذا کے استعمال کے بعد آوارہ ہر جانور کی زبان سمجھنے لگ جائے گا اور اگر مزید چالیس دن اس کی شاگردی میں رہا تو ہر جانور کی زبان سیکھ کر گپ شپ بھی لگا سکے گا..... گو آوارہ صحرائی کا یقین، یقینِ محکم میں نہ بدل سکا پھر بھی اس نے خود کو پروفیسر کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ مخصوص ماحول جس میں آوارہ کو رکھا گیا تھا پروفیسر کے ریسرچ سنٹر کا ایک گوشہ تھا جہاں بیٹھ کر آوارہ ہر قسم کے جانوروں کو دیکھ اور سن سکتا تھا علاوہ ازیں مخصوص غذا کے نام پر پروفیسر اسے اب تک تمام جانوروں کی غذا وقتاً فوقتاً کھلا چکا تھا اور ان حالات میں وہ اپنی زبان بھی تقریباً بھول چکا تھا۔ کبھی کبھی ترنگ میں آ کر وہ کسی نہ کسی جانور کی آواز نکال دیتا اور جانوروں میں غلط فہمی کے بیج بونے کی کوشش کرتا۔ عین اس وقت جبکہ پروفیسر کی مقرر کردہ معیاد ختم ہونے میں کچھ گھنٹے باقی تھے آوارہ کے کان کھڑے ہو گئے۔ اس کے بالکل سامنے ایک گدھا فیملی خانگی مذاکرات میں مصروف تھی جو اب سے تھوڑی دیر پہلے تک آوارہ کے لئے ڈھینچوں ڈھینچوں سے زیادہ حیثیت نہ رکھتے تھے مگر اب وہ ڈھینچوں ڈھینچوں اس کے لئے ناقابل فہم نہ رہی تھی۔ اس نے فوراً کان لگا کر سنا۔ مادر گدھی جونیئر گدھے سے کہہ رہی تھی۔

''بیٹا تمہارے دادا سو رہے ہیں شور مت کرو۔''

جونیئر گدھے نے شور بند کیا اور سوئے ہوئے دادا گدھے کے کان کے ساتھ منہ لگا کر زور سے پھرر.....رر.....کی۔ دادا گدھا ایک جھٹکے سے اٹھے اور غضب ناک ہو کر



بولے۔

''ابے انسان کی اولاد! گدھا بن گدھا! ہر وقت انسان مستیاں ہی کرتا رہتا ہے۔ بالکل انسانوں کی طرح ضدی، بدتمیز اور ڈھیٹ ہو گیا ہے۔''

''دادا آپ نے مجھے اتنی بڑی گالی دی ہے میں یہ چراگاہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر جا رہا ہوں۔'' جونیئر گدھا ناراض ہو کر ایک طرف بھاگ گیا۔

''ارے یہ تو یوں غائب ہو گیا جیسے انسان سے انسانیت۔ میں کہتی ہوں روکئے اسے۔'' جونیئر کی ممی نے دہائی دی۔

''تم پرسکون ہو کر گھاس سے لنچ کرو چند دن انسانوں کی ٹھوکریں کھائے گا تو خود ہی واپس آ جائے گا۔''

یہ سن کر آوارہ کے تو چودہ طبق روشن ہو گئے اس نے ایک دم اٹھ کر گھاس کو لات ماری جو پروفیسر نے اسے صبح کھانے کے لئے دی تھی۔ یہ دیکھ کر دادا گدھے نے آوازہ کسا۔

''انسان کیا جانے گھاس کی بہار۔''

آوارہ نے غصے میں آ کر گدھے کو ''یک لتی'' جڑ دی اور پروفیسر کی تلاش میں روانہ ہوا تا کہ اسے خوش خبری سنائے۔ جاتے جاتے اس نے گدھے کی بڑبڑاہٹ سنی۔

''یہ تو انسان پن پر اتر آیا۔ ہمارے لئے اب خاموشی ہی بہتر ہے۔''

پروفیسر وحشت پوری آوارہ کو محدب عدسے کی مدد سے چیل کے گھونسلے میں ماس تلاش کرتے ہوئے ملے۔ یہ خبر سن کر انہوں نے آوارہ کو مبارک باد کے طور پر پدی کا شوربہ پلایا۔ آوارہ کو مزید مشق کے لئے سیر کا حکم دے کر خود نقار خانے میں طوطی کی آواز سننے چل دیئے۔

کچھ دور ایک بیل اور گائے راز و نیاز میں مصروف تھے آوارہ قریب ہوا تو اس کے کانوں میں آواز پڑی۔

''تجھے ہزار بار کہا ہے کہ گھاس کھانے کے دوران دم پر کنٹرول رکھا کر۔ اس سے میں ڈسٹرب ہوتا ہوں۔ مگر تو بالکل اللہ میاں کی انسان ہے ذرا عقل نہیں۔'' بیل کہہ رہا تھا۔

''مجھے طعنے دے رہا ہے انسان کے۔ تو بھی تو نرا انسان ہی ہے۔'' گائے نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

''ایسی سڑی ہوئی زبان ہے تیری۔ پھر بھی نجانے کیوں حکیموں میں مشہور ہے۔'' بیل نے جل کر کہا۔ قبل اس کے کہ وہاں گھمسان کی جنگ شروع ہوتی اور ہمیشہ کی طرح غیر جانب دار فریق یعنی آوارہ کام آجاتا اس نے راہ فرار اختیار کی۔

جس درخت کے نیچے آوارہ سانس لینے رکا اس پر کچھ الو محو خواب تھے۔ اچانک ایک نوجوان الو کسی رنگین و سنگین خواب سے بیدار ہوا اور دوسری شاخ پر سوئی ہوئی نوجوان مادہ کو جگا کر راز و نیاز میں مصروف ہو گیا۔ اچانک ساتھ موجود اس کے باپ کی آنکھ کھل گئی اور اس نے ان کو رنگے ہاتھوں پکڑ کر غصے میں کہا۔

''او انسان کے پٹھے! تجھے انسانوں جیسی حرکتیں کرتے شرم نہیں آتی۔ نجانے تم کب سے ہم سب کو انسان بنا رہے ہو۔ آئندہ ایسی حرکت کی تو وہ حشر کروں گا کہ چاروں طرف انسان بولنے لگیں گے۔''

نوجوان الو نے اس کی توجہ آوارہ کی طرف دلائی تو اس نے ایک عجیب سی چیخ ماری اور اس درخت پر موجود سب الو اڑ گئے۔ آوارہ بڑبڑاتے ہوئے ایک اور درخت کی طرف بڑھا تو اس پر موجود کووں کا جوڑا کچھ اس قسم کی شرانگیزی میں مصروف تھا۔



''خدا خیر کرے ہمارے گھونسلے کے نیچے انسان بول رہا ہے یا تو کوئی مصیبت آنے والی ہے یا کوئی مہمان۔'' کوے کی بیگم بولی تو آوارہ نے اشتعال میں آکر چیتے کی طرح اچھل کر ان کے گھونسلے کو نیست و نابود کرنے کی کوشش کی مگر گر کر زخمی ہو گیا۔

''انسان چلا جانور کی چال اپنی بھی بھول گیا۔'' کوے نے آوازہ کسا۔

آوارہ ابھی اٹھنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ درخت کی جڑ میں سے ہلکی ہلکی آوازیں آنے لگیں۔

''تمہیں انسان کیوں سونگھ گیا ہے۔ آدمی تمہارے سامنے پڑا ہے دشمن کو ڈنگ نہ مار کر تم غداری کے مرتکب ہو رہے ہو۔ آستین کے انسان ہو تم۔'' کوئی سانپ بڑے غصے سے کہہ رہا تھا۔

''ابا جی یہ دور آپ کا نہیں ہے۔ اب انسان ہم سے بھی زیادہ زہریلا ہوتا ہے ہمارا ڈسا تو بچ سکتا ہے مگر اس کا ڈسا پانی بھی نہیں مانگتا۔ آپ جانتے ہیں کہ میرا آدھے سے زیادہ خاندان ان انسانوں نے ختم کر دیا ہے۔ انسان کا کاٹا تو مردے سے بھی ڈرتا ہے۔ میں اسے کاٹنے کی ہمت کیسے کر سکتا ہوں۔'' دوسرے سانپ نے اپنی صفائی پیش کی۔

''تو پھر ایسا طریقہ ہونا چاہئے کہ انسان بھی مر جائے اور ڈنگ بھی محفوظ رہے۔'' بزرگ سانپ کی سازش سن کر آوارہ نے پھر دوڑ لگائی۔ ایک قطعے میں کچھ کتے بیٹھے تھے وہ دندناتا ہوا قطعے میں داخل ہوا۔

''یوں بغیر اجازت منہ اٹھائے چلا آرہا ہے برتن کا منہ کھلا ہو تو انسان کو شرم کرنی چاہئے۔'' ایک کتے نے کہا۔

''بھئی اب یوں تو نہ کہو وہ اتنی دور سے آیا ہے کچھ خاطر مدارات کرو۔'' دوسرے کتے

نے طنز کیا۔

''انسان کو عزت ہضم نہیں ہوتی۔'' تیسرے نے ارشاد فرمایا۔

''وحشت کا شاگرد جنگل کا نہ شہر کا۔'' چوتھے نے ہنس کر کہا۔ اور آوارہ کو گھیرنا شروع کر دیا۔

''جب تک یہ دم ہلا کر ہماری خوشامد نہیں کرے گا ہم اسے جانے نہیں دیں گے۔'' پانچویں نے جارحانہ انداز میں کہا۔

''اس سے دور رہو اگر اس نے کاٹ لیا تو چودہ ٹیکے لگوانے پڑیں گے اور اس نے ہمیں شہر میں دیکھ لیا تو ہم سب انسان کی موت مارے جائیں گے۔'' بزرگ کتے نے سب کو سمجھایا اور وہ آوارہ سے دور ہو گئے۔ آوارہ نے خدا کا شکر ادا کیا مگر وہاں سے نکلتے ہوئے نادانستگی میں ایک بلی کا راستہ کاٹ بیٹھا جو شائد کہیں جا رہی تھی۔ اس بدشگونی کی وجہ سے بلی نے بیٹھ کر رونا شروع کر دیا۔ آوارہ کو بڑی شرمندگی ہوئی اور وہ راستے سے ہٹ کر ایک درخت کو پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ بلی نے روتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور کہا۔

''کھسیانا بندہ درخت نوچے۔''

عین اسی لمحے ایک کتا روٹی لے کر بھاگتا ہوا نظر آیا جو وہ یقیناً شہر سے پار کر کے لایا تھا۔ چالیس دن کے بعد روٹی کی شکل دیکھ کر آوارہ کا دل بھر آیا اور اس کے منہ سے بے اختیار پانی بہنے لگا۔ بلی نے فوراً اس پر آوازہ کسا۔

''انسان کو روٹیوں کے خواب۔'' اس کے بعد وہ سفر ملتوی کر کے واپس چلی گئی۔

قریب ہی ایک درخت پر طوطوں کا ایک جوڑا راز و نیاز میں مصروف تھا آوارہ ان کی Privacy میں مخل ہونے کے لئے آگے بڑھا تو اسے آواز سنائی دی۔



''ظالم! تمہیں پتا ہے تم کتنے دنوں بعد ملنے آئے ہو۔'' لیڈی طوطا شکوہ کناں تھی۔

''تمہارے جانے کی خبر سن کر تو میرے ہاتھوں کے انسان اُڑ گئے تھے۔''

''ہاں ایک ماہ بعد آیا ہوں۔'' طوطے نے سرد مہری سے جواب دیا۔

''حد ہو گئی انسان چشمی کی۔ اتنی خشکی سے بول رہے ہو یقیناً تم نے کہیں اور دل لگا لیا ہے۔'' لیڈی طوطا رونے لگی۔

''یہ عورتوں کی طرح ٹسوے بہانا بند کرو ورنہ میں پھر کبھی نہیں آؤں گا۔'' طوطے نے ''طوطانگی'' کا مظاہرہ کیا۔

لیڈی طوطا خاموش ہو گئی اور پھر وہ آنکھوں سے باتیں کرنے لگے جو آوارہ کی سمجھ میں کہاں آتیں۔ وہ وہاں سے روانگی کے متعلق سوچ ہی رہا تھا کہ اسی وقت نچلی شاخ پر موجود بھڑوں کے چھتے سے ایک باریک آواز آئی۔

''امی! شہر میں انسانوں نے میری سہیلی کے خاندان کو ختم کر دیا ہے۔ ان کا پورا گھر جلا دیا ہے۔ اس نے مجھے پیغام بھجوایا ہے مجھے اجازت دیں کہ میں ساتھیوں کے ہمراہ جا کر ان سے اس ظلم کا بدلہ لوں۔''

''کتنی بھولی ہے تو! ہمارے ڈنگ سے بھلا انسان کا کیا بگڑ جائے گا الٹا ہمارے مرنے کا خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ میں تجھے انسانوں کے چھتے میں ہاتھ نہیں ڈالنے دوں گی۔'' مادر بھڑ نے بے بی بھڑ کو سمجھایا۔

''ماں تو بعض اوقات عجیب باتیں کرتی ہے۔ میں ابھی نیچے کھڑے انسان کو کاٹتی ہوں پھر پتہ چل جائے گا کہ اسے تکلیف ہوتی ہے یا نہیں۔''

جونیئر بھڑ کا ''دردناک اعلان'' سن کر آوارہ کے اوسان خطا ہو گئے۔ اس نے فوراً دوڑ لگائی اور دور موجود قدرتی تالاب میں چھلانگ لگا دی۔ سانس روک کر جب وہ تہہ

میں پہنچا تو ایک مچھلی کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

''چھ ماہ مرتبان میں بند رکھنے کے بعد وہ تمہیں چھوڑ بھی گیا تو کون سا احسان کیا ہے کہ تم اس کے لئے نوکری سے نکلے افسر کی طرح پریشان ہو رہی ہو۔''

''یہ ٹھیک ہے کہ ایک انسان سارے جگ کو گندا کرتا ہے لیکن کبھی برے لوگ بھی اچھائی کر جاتے ہیں۔ یہ اس کی نیکی ہے کہ مجھے واپس چھوڑ گیا ہے وہ مجھے پکا کر کھا بھی تو سکتا تھا۔'' دوسری مچھلی نے کہا۔

سانس لینے کے لئے آوارہ باہر سطح پر آیا تو بھڑ مایوس ہو کر جا چکی تھی۔ وہ تالاب سے باہر نکلا کنارے کے قریب ایک مگرمچھ اپنی مسز کو جھاڑ رہا تھا۔

''یہ انسان کے آنسو بہانا بند کرو میں تمہارے فریب میں آنے والا نہیں ہوں۔''

''یقین کرو تمہاری ماں کی موت میں میرا کوئی ہاتھ نہیں۔ میں تو خود ان کی وجہ سے بہت غمگین ہوں۔'' مسز نے صفائی پیش کی عین اسی وقت مگرمچھ نے آوارہ کو دیکھ لیا اور اس کی طرف پیش قدمی کی کوشش کی مگر آوارہ فوراً بھاگ نکلا۔

آوارہ ایک اونٹ فیملی کے پاس سے گزرا تو ننھے اونٹ نے آوازہ کسا۔

''انسان رے انسان تیری کون سی بات سیدھی۔'' پھر وہ باپ سے بولا۔

''نجانے یہ کس کروٹ بیٹھے گا میں تو اس پر سواری کروں گا۔''

''نرا انسان ہے تو، تجھے کیا پتا کہ انسان کی دشمنی کتنی بری ہوتی ہے انسان جتنا ہو گیا ہے مگر عقل نہیں آئی۔ تو اس پر سواری کا خیال چھوڑ دے ورنہ یہ تجھ پر سوار ہو جائے گا۔'' ڈیڈی اونٹ نے اسے سمجھایا۔ اور آوارہ وہاں سے کچھ دور ہاتھیوں کی ایک فیملی کی سن گن لینے چل پڑا۔

''دریا کی پرلی طرف والی چراگاہ کا قبضہ کب مل رہا ہے؟'' ایک ہاتھی دوسرے سے



پوچھ رہا تھا۔

''بس ملنے ہی والا ہے یوں سمجھو کہ انسان نکل گیا ہے اس کا جو تارہ گیا ہے۔'' دوسرے نے بتایا۔

''یہ چراگاہ اب تک تو ہمارے لئے سفید عورت ہی ثابت ہوئی ہے۔'' تیسرے ہاتھی نے گفتگو میں حصہ لیا۔

''انسان کے کام کہنے کے اور کرنے کے اور.... اگر وحشت پوری اپنے فیصلے سے پھر گیا تو۔''؟ پہلا بولا۔

''انسان کے پاؤں میں سب کا پاؤں، اس کے مقابلے میں ہماری کون سنے گا۔'' چوتھا بولا۔

''ہم انسان سے بھلائی کے طلبگار ہیں ہمارا تو اللہ ہی حافظ ہے۔'' تیسرا بولا۔

''اگر وحشت نے کوئی گڑبڑ کی تو اس کو سونڈ میں لپیٹ کر کچومر نکال دیں گے تمہیں تو پتا ہی ہے مرا انسان بھی سوا لاکھ کا ہوتا ہے۔'' دوسرا بولا۔

اپنے استاد کے بارے میں ایسے خوفناک منصوبے سن کر آوارہ کے پسینے چھوٹ گئے اس کی مخبری کے لئے اس نے واپس پروفیسر کے ریسرچ سنٹر کا رخ کیا۔ راستے میں بھینسوں کا جوڑا سیاسی بحث میں مشغول تھا۔

''تجھے ہزار بار سمجھایا ہے کہ جس کی حکومت اس کے عوام۔'' بھینس کا شوہر کہہ رہا تھا۔

''عقل بڑی کہ انسان۔ تمہاری رائے نہایت گمراہ کن ہے۔'' مسز نے جواب دیا۔

''مجھے تو لگ رہا ہے کہ میں انسان کے آگے بین بجا رہا ہوں۔'' بھینس کے میاں نے بحث سمیٹتے ہوئے کہا۔

آوارہ وہاں سے ہٹا تو اسے کچھ دور جانوروں کا دانشور طبقہ سیمینار میں مشغول نظر

آیا۔ وہ بھی چھپ کر ایک جگہ بیٹھ گیا تا کہ کاروائی سن سکے۔ اس وقت دانشور شیر اس موضوع پر مقالہ پڑھ رہا تھا کہ انسان بچے دیتا ہے کہ انڈے۔ اس کے بعد لومڑی نے انسان کی مکاری پر ایک مضمون پڑھا۔ ایک کتے نے اپنی ریسرچ پیش کی کہ پہلے انسان کے دم ہوتی تھی جو اس نے اپنے افسروں کے سامنے اس قدر ہلائی کہ ٹوٹ گئی۔ اس کے بعد ایک اونٹ نے انسان کی کینہ پروری پر سے پردہ اٹھایا اور کئی ایک مثالیں بھی دیں۔ پھر قربانی کے قابل ایک بکرے نے دہائی دی کہ انسان کے ہاتھوں اس کی نسل کو شدید خطرہ ہے بڑی عید پر سب سے زیادہ استحصال بکروں کا کیا جاتا ہے حالانکہ قربانی تو کئی اور جانوروں کی بھی ہوسکتی ہے۔ اس دانشور بکرے نے شائد آوارہ کو دیکھ لیا تھا اسی لئے اس نے دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ اگر یہ امتیازی سلوک بند نہ کیا گیا تو بکراورلڈ سٹیٹ کے قیام کے بعد انسانوں کی مائیں بھی خیر نہ منا سکیں گی۔ ایک چیل نے اسے سمجھا بجھا کر سٹیج سے اتارا کہ انسان کے دل میں رحم کہاں۔ اس کے بعد کوے میاں نے انسان کی لالچی فطرت کے خفیہ گوشوں کی نقاب کشائی کی اور کرگس صاحب نے غیبت اور مردے کھانے کے درمیانی تعلق کی وضاحت کی۔ بعد ازاں ایک مکڑے نے انسان کے خوشامدانہ کردار پر سیر حاصل بحث کی۔ یہ سب سن کر آوارہ خود پر قابو نہ پاسکا اور میٹنگ ہال میں پہنچ کر جانوروں کو سمجھانے کی کوشش کرنے لگا کہ جس طرح سب جانور برے نہیں ہوتے اسی طرح سب انسان بھی برے نہیں مگر وہ یہ بھول گیا تھا کہ جانوروں تک اپنی بات پہنچانے کے لئے ابھی اسے مزید چالیس دن کا کورس کرنے کی ضرورت ہے ورنہ جنگل میں۔۔ انسان کی آواز کون سنتا ہے۔

کچھ دیر بعد آوارہ صحرائی پروفیسر وحشت جنگل پوری کے پاس اگلے کورس کی ابتدا



کرنے کی بجائے جانوروں کی باتیں سمجھنے کی صلاحیت ختم کرنے کا طریقہ پوچھ رہا تھا۔ (۱۹۹۱-۹۳ء)

☆☆☆☆☆☆

# باشعور گدھا

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک کسان اپنے بیٹے کے ساتھ گدھا بیچنے شہر جا رہا تھا۔ باپ بیٹا گدھے کی رسی پکڑے پیدل چل رہے تھے۔ راستے میں ان کو ایک شخص ملا اور ان سے کہنے لگا۔

”تم کتنے بے وقوف ہو گدھے کے ہوتے ہوئے پیدل چل رہے ہو۔ کم از کم بیٹے کو ہی گدھے پر بٹھا دو۔“ یہ سنتے ہی گدھے کو اس شخص پر بہت غصہ آیا اور اس نے ایک زوردار دولتی اس شخص کو جڑ دی۔ اس کے بعد کسان گدھے کو لے کر چل پڑا۔ پھر راستے بھر کسی نے کسان پر کوئی اعتراض نہ کیا اور نہ کوئی مشورہ دیا شاید دولتی کی خبر ان تک پہنچ گئی تھی۔

**سبق:** گدھا اتنا گدھا نہیں ہوتا جتنا اسے سمجھ لیا جاتا ہے وہ بھی اپنا نفع نقصان خوب سمجھتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

# ازقصابی تا نوابی

محترم ڈائریکٹر صاحب آداب!

آپ کو انتہائی رازداری سے مطلع کیا جاتا ہے کہ مابدولت نے چند دن قبل ایم اے کا امتحان اعلیٰ نمبروں سے کلیئر کرلیا ہے اس اہم خبر کو ہم نے اب تک پریس سے چھپائے رکھا ہے کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ اس راز کے آؤٹ ہوتے ہی ہمارے پاس چھوٹے چھوٹے محکموں کے سربراہان کی بھیڑ لگ جائے جو ہمیں مجبور کریں کہ ہم ان کے ہاں خدمات سرانجام دیں۔ دراصل ہم اپنی اعلیٰ صلاحیتیں چھوٹے چھوٹے محکموں میں ضائع نہیں کرنا چاہتے بلکہ ہماری خواہش ہے کہ ہمارے ٹیلنٹ سے ملک کے کسی بڑے ادارے کو فیض پہنچے۔ سو آپ خوش نصیب ہیں کہ اس کے لیے ہم نے آپ کے ادارے کو منتخب کیا ہے۔ برائے مہربانی Appointment letter جلد بھجوادیجئے ایسا نہ ہو کہ آپ کی غفلت کا فائدہ اٹھا کر کوئی اور ادارہ ہمیں لے اڑے۔

خیراندیش

مغرور فخری ایم اے

مغرور صاحب نے اس مضمون کے خط کی چار کاپیاں تیار کیں اور ملک کے چار اعلیٰ



اداروں کے ڈائریکٹرز کے ایڈریس لکھ کر پوسٹ کردیں اور یہ فیصلہ خدا پر چھوڑ دیا کہ کس ادارے کی قسمت میں اس جیسے جینئس (Genius) کی سرپرستی قبول کر کے ترقی کی معراج پر پہنچنا لکھا ہے۔ خط پوسٹ کرنے کے بعد جب وہ باوقار انداز میں چلتے ہوئے کم تعلیم یافتہ پبلک کے پاس سے گزُرا تو ان نامہذب لوگوں نے اپنی ناشائستگی کا اظہار کرنا شروع کردیا۔

''یہ مغرور نے گردن میں سریا فٹ کرالیا ہے کیا؟'' ایک بولا۔

''تمہیں نہیں پتہ یہ ماسٹر ہوگیا ہے۔'' دوسرے نے معلومات بہم پہنچائیں۔

''ارے کس سکول میں کیا تعلیم بالغاں میں۔؟''

''ارے نہیں وہ والا ماسٹر نہیں، ایم اے والا ماسٹر آف آرٹس ہوگیا ہے۔''

''اچھا اچھا تبھی میں کہوں پہلے تو اس کا قد اتنا اونچا نہیں تھا۔'' اس نے شرانگیزی کی کوشش کی۔

مغرور فخری اچھی طرح جانتا تھا کہ جب سے اس نے اپنے محلے کے پہلے ایم اے پاس نوجوان کا اعزاز حاصل کیا تھا اس کے حاسدوں کی تعداد اس کے دوستوں کی تعداد سے کئی گنا بڑھ گئی تھی۔ لیکن اس نے ان غیر مہذب اور کم تعلیم یافتہ لوگوں سے منہ لگنے سے احتراز کیا کہ یہ ہرگز اس کے شایانِ شان نہ تھا اس لئے وہ ان پر نگاہِ غلط انداز ڈالتا ہوا باوقار انداز میں آگے چلا گیا۔

دو ماہ تک مغرور نے گردن کے پٹھوں کو 'اضافی ورزش' پر مامور رکھا مگر جب اتنے دن گزرنے کے بعد بھی اسے کسی ڈائریکٹر کا جواب موصول نہ ہوا تو گردن کی اونچائی میں آہستہ آہستہ کمی ہونے لگی۔ بہرحال اس نے سوچا کہ ان اداروں میں اس کے شایانِ شان کوئی عہدہ نہ ہونے کے باعث انہوں نے شرمندگی میں جواب نہ دیا

ہوگا۔ لہٰذا انتقاماً اس نے اخبار سے اشتہار دیکھ کر لاتعداد محکموں میں درخواستیں داغ دیں۔

کسی ادارے کو مغرور جیسے ہیرے کی قدر معلوم ہوگئی تھی لہٰذا اس کو انٹرویو لیٹر بھجوا دیا۔ مغرور کا خیال تھا کہ انٹرویو لیٹر تو محض ایک رسمی کارروائی ہے ورنہ اس کی اعلیٰ تعلیم کو دیکھتے ہوئے اس کی سلیکشن تو ہو چکی ہوگی ظاہر ہے مغرور ہی ان سب سے زیادہ تعلیم یافتہ ہوگا۔

لہٰذا مغرور بن ٹھن کر اور گردن کو نئے سرے سے ''کلف'' لگا کر انٹرویو کال لیٹر کو اپائنٹمنٹ لیٹر سمجھتے ہوئے متعلقہ دفتر پہنچا مگر وہاں پہنچ کر اسے ''بادشاہی'' ڈولتی محسوس ہوئی کیونکہ وہاں ایم اے پاس نوجوانوں کی ایک کثیر تعداد موجود تھی جبکہ ایک دو پی ایچ ڈی بھی موجود تھے۔ مغرور کو یونیورسٹی پر غصہ آنے لگا جس نے ایکدم اتنے سارے لڑکوں کو ڈگریاں جاری کر دیں تھیں بھلا یہ کیا بات ہوئی خیر غصہ Drink (ڈرنک) کرنے کے بعد وہ انٹرویو کیلئے اپنی باری کا انتظار کرنے لگا۔

امیدوار ایک ایک کر کے اندر جاتے اور واپس آتے رہے فرق صرف یہ تھا کہ اندر جاتے ہوئے ان کی امید کی ٹیوب لائٹیں روشن ہوتیں اور واپسی پر ان کے پورے چہرے پر لوڈشیڈنگ ہو رہی ہوتی نہ جانے اندر کیسے ''واپڈا'' صفت لوگ بیٹھے تھے۔

چپراسی نے ایک امیدوار کو اندر بھیج کر سگریٹ نکالی تو مغرور فوراً اٹھا اور لائیٹر سے سگریٹ سُلگانے کے بہانے اسے ایک سرخ نوٹ کی جھلک دکھا کر سرگوشی کی۔

''یار تم محرم رازِ درونِ خانہ ہو اس ظالم انٹرویو میں کامیابی کا کوئی گُر تو بتاؤ۔''

''بیس پچیس نیلے نوٹ اکٹھے کرو یا کوئی سفارش پیدا کرو۔'' اس نے جوابی سرگوشی کی۔

''میں کیسے سفارش پیدا کر سکتا ہوں میری تو ابھی شادی بھی نہیں ہوئی۔''



''ارے بھئی اسمبلی ہال چلے جاؤ اور کوئی سفارش گود لے لو، وہی سفارشوں کا میٹرنٹی ہوم ہے۔''

''یار میرٹ بھی تو کوئی چیز ہے۔''

''ہاں بہت اچھی چیز ہے صاحب ناشتہ اسی سے کرتے ہیں۔''

''کک۔ کیا مطلب؟'' اسے اپنے کسی قطعہ جسم کے بال جلنے کی بو آئی۔

''مجھے تو تم شریف آدمی لگتے ہو سنو، جس نوکری کیلئے تم لوگ انٹرویو دینے آئے ہو اس کے اپائنٹمنٹ لیٹر دس دن پہلے جاری ہو چکے ہیں میری مانو وقت ضائع نہ کرو۔''

''ہمارے پاس ایک وقت ہی تو ضائع کرنے کے لئے ہے لیکن خیر اگر تم درست کہہ رہے ہو تو ہماری درخواستیں کیوں لی گئیں، ہمیں انٹرویو کیلئے کیوں بلایا گیا''

''دراصل ہمارے صاحب کو ڈراموں کا بہت زیادہ شوق ہوا کرتا تھا، بچپن میں، اداکار تو نہ بن سکے مگر نوجوانوں کے ساتھ ڈرامہ کرتے رہتے ہیں۔''

''مگر اس سے ان کا فائدہ۔''

''شاید گھاس ہی کھودتے رہے ہو تم یونیورسٹی میں۔ ارے منوں وزنی تمہاری درخواستوں کی ردی اور پھر درخواست کے ساتھ پوسٹل آرڈر، کیسی خوبصورت اوپر کی آمدنی ہے سال میں دو ایسے ''ڈرامے'' ہوتے رہیں تو ہمارا گزارہ تنخواہ کے بغیر بھی ہو سکتا ہے۔''

''نہیں یہ سب ڈس انفارمیشن ہے۔'' مغرور چلایا۔ ''تم دراصل مجھے گر نہیں بتانا چاہتے بہر حال مجھے اپنی صلاحیتوں پر پورا اعتماد ہے۔''

چپراسی نے مغرور کی عقل پر ماتمی صف بچھانے کا ارادہ کیا مگر اس وقت صاحب نے بیل بجا دی اور اس نے مغرور صاحب کو اندر جانے کا اشارہ کیا کہ اب اسی کی باری

تھی۔

مغرور نے کپڑے ۔۔ درست کیے اور ''باوقار'' انداز میں ''سربلند'' کئے ہوئے اندرونی دفتر کی طرف بڑھا۔ دروازے کی اونچائی صاحب نے بوٹے قد کے حساب سے رکھی تھی چنانچہ اندر داخل ہونے کوشش میں مغرور کو ستاروں کا رمبا سمبا، راک اینڈ رول وغیرہ دیکھنا پڑا سر سہلاتے ہوئے اس نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ سر بلند رکھنے کی صورت میں وہ صرف بغیر سر کے ہی اندر داخل ہوسکتا ہے۔ لہذا مجبوراً اس نے کچھ ''عاجزی'' اختیار کی اور اندر داخل ہوا اندر بچھے قالین کو دیکھ کر۔ اسے محسوس ہوا کہ اس کی سرخی دراصل ناکام امیدواروں کے ارمانوں کے خون کی مرہونِ منت ہے۔

''آؤ بیٹھو'' ایک آواز گونجی۔

اس نے سر اٹھایا تو اسے سامنے کرسیوں پر تین خوفناک بلائیں نظر آئیں جس کے پنجے اور منہ خون آلود تھے مغرور نے خوف سے لرزتے ہوئے سر جھٹکا تو ان کی خوفناکی کچھ کم ہوئی اور وہاں اسے تین افراد بیٹھے نظر آئے جو خاصی قابل رشک صحت کے مالک تھے جس کی وجہ سے ان کی کرسیاں بھی وقفے وقفے سے صدائے احتجاج بلند کر رہی تھیں شاید بد دعائیں دے رہی تھیں جبکہ تیسرے عینک بردار شخص کی صحت اتنی اچھی تھی کہ اس کے ساتھ مغرور بھی بیٹھ جاتا تو کرسی پر کچھ جگہ بچ رہتی وہ شاید ماہر نفسیات تھا۔ مغرور آگے بڑھ کر کرسی پر قابض ہوگیا۔

''مغرور فخری صاحب آپ کو غرور کس بات پر ہے'' مسٹر تنکا نے اس پر حملہ کیا۔

''جی اس بات پر کہ مجھے آپ سے ہمکلام ہونے شرف حاصل ہو رہا ہے'' مغرور نے جل کر کہا۔

''آپ نوکری کیوں کرنا چاہتے ہیں۔'' اس بار ایک موٹے نے پوچھا۔



''میری درخواست کے پیراگراف نمبر تین میں اس کی تفصیل موجود ہے خلاصہ جس کا یہ ہے کہ میں اپنی صلاحیتوں سے ملک وقوم کی خدمت کرنا چاہتا ہوں وغیرہ وغیرہ۔''

''بہت خوب تو کہیں بغیر تنخواہ کے کام کیوں نہیں کرتے ۔۔ ثواب بھی ملے گا'' ماہر نفسیات نے پھر شر انگیزی کی۔

''اور ابا جو ورثے میں لمبی چوڑی اولاد میرے لیے چھوڑ گئے ہیں اس کو آپ پالیں گے؟'' مغرور نے پھنکارتے ہوئے کہا

''آپ کی سہولت کیلئے حکومت نے یتیم خانے کافی تعداد میں کھول رکھے ہیں آپ چاہیں تو خود بھی وہاں پل سکتے ہیں'' مسٹر تنکا راہِ راست پر آنے کو آمادہ نہ تھا۔

''آپ کی ''صحت'' سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ بھی وہیں پلے تھے'' مغرور بولا

''آپ یہ بتائیے کہ اگر کوئی کام کرانے کیلئے آپ کو رشوت پیش کی جائے تو کیا کریں گے؟'' موٹے نے پوچھا۔

''لے کر جیب میں ڈال لوں گا'' مغرور نے اطمینان سے کہا۔

''اپنے افسر کو نہیں دو گے؟'' موٹے نے حیرت سے کہا۔

''محنت جب ہماری ہوگی تو اسے کس بات کا حصہ دیں گے۔''

''اگر کوئی بڑی سفارش آجائے تو آپ کام کردیں گے۔''

''ہاں مقررہ ریٹ میں سے پچاس فیصد رعایت کردوں گا۔''

''ایماندار کولیگ کے ساتھ آپ رویہ کیسا رکھیں گے۔''

''میں تو اسے منہ نہیں لگاؤں گا اور کوئی کیس بنوا کر اس سے دفتر پاک کرنے کی کوشش کروں گا بھلا ایماندار کولیگ کے ساتھ گزارہ کیسے ہوسکتا ہے۔'' مغرور اپنے زعم میں ہر جواب چالاکی سے دے رہا تھا۔

''اچھا سروس کا کوئی تجربہ؟''

''جی ہاں پڑھائی کے دوران ایک بار رزلٹ کی ''درست لسٹیں'' بنانے پر ہم نے اپنے آفس کے کلرکوں کو بے دخل کر دیا تھا اور چار دن تک ہم کئی لڑکے ترمیم شدہ لسٹیں تیار کرتے رہے یہ سارا کام میری رہنمائی اور نگرانی میں ہوا'' مغرور نے مزید اکڑنے کی کوشش کی۔

موٹے نے پہلے دوسرے موٹے کی طرف اور پھر مسٹر تنکا کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا مسٹر تنکا اشارہ پاتے ہی پھر آن ہو گئے۔

''مسٹر مغرور آپ کے خیالات و عزائم سے آپ کی ساری نفسیات انڈر ویئر اتار کر ہمارے سامنے آ گئی ہے جس کے مطابق اس سیٹ کیلئے جتنی رعونت کی ضرورت ہے آپ میں اس کی مقدار دس گنا زیادہ ہے، چالاکی کی مقدار پانچ گنا، موقع پرستی اور جعل سازی بیس گنا زائد ہے سو آپ کو نوکری دینے کی صورت میں باقی سارے دفتر بشمول افسرانِ بالا کے پیٹ پر لات پڑنے کا خدشہ ہے سو اکثریت کے وسیع تر مفاد کے پیشِ نظر آپ کو ہدایت کی جاتی ہے شکل آؤٹ کریں اور اگلے امیدوار کو ہمیں محظوظ کرنے کا موقع دیں۔''

مغرور نے قہر آلود نظر جس میں تابکاری شعاعوں کا اثر ساٹھ فیصد تھا، ان تینوں پر ڈالی اور کرسی چھوڑ کر واپسی کیلئے مڑا۔ اس وقت اسے اپنے آباؤ اجداد پر غصہ آ رہا تھا جنھوں نے انگریزوں کی مدد نہ کی تھی ورنہ آج وہ خود نوکریاں بانٹ رہا ہوتا۔

''اور ہاں'' ابھی مغرور دروازے تک نہ پہنچا تھا مسٹر تنکا نے ضمیمہ ارشاد کیا ''اخبار بھی پڑھتے رہا کریں تاکہ آپ کو علم ہو جائے کہ جس ڈگری پر آپ مغرور ہیں وہ آپ کو چپڑاسی کی پوسٹ بھی نہیں دلا سکتی۔''



مغرور با آسانی اس وقت تین سو دو کا ارتکاب کر جاتا اگر اس کے پاس کوئی چھوٹا موٹا پستول ہوتا بہر حال اس نے نظروں میں تابکاری کا تناسب سو فیصد بڑھا کر انہیں جلا کر راکھ کرنے کی کوشش کی مگر ماہرِ نفسیات کے سر پر موجود چند بالوں میں سے ایک بھی بال کم نہ ہوا بلکہ وہ پوری طاقت سے مسکراتا بھی رہا۔

مغرور نے نکلتے ہوئے ایک بار پھر زخم کی تجدید کرائی اور دفتر سے باہر موجود ٹی اسٹال پر پہنچ گیا اس سے پہلے والے اکثر ناکام امیدوار بھی وہاں چائے اور گپ شپ میں مشغول تھے۔ باہمی تبادلۂ خیالات سے اسے معلوم ہوا کہ کسی کو ایمانداری، کسی کو وفاداری، کسی کو سچائی، کسی کو فرض شناسی اور کسی کو باقاعدگی کی زیادہ مقدار پائے جانے کی وجہ سے نااہل قرار دیا گیا تھا مغرور کو چپراسی کی بات کچھ کچھ سچ معلوم ہونے لگی۔ بہر حال ان سب نے ٹی اسٹال کو ہائیڈ پارک سمجھ کر ماہر نفسیات کے بارے میں تمام پوشیدہ جذبات کا اظہار با آوازِ بلند کیا اور پر سکون ہو کر اٹھ گئے۔

آئندہ چند ماہ کے دوران مغرور کی اکڑ دفاتر کے چکروں کے دوران جوتے کے تلووں کی طرح رخصت ہو گئی۔ ایک دن ایک محکمے کے ڈائریکٹر کے ساتھ ''ناکام مذاکرات'' کے بعد ایک ریڑھی سے ''لنچ'' کرتے ہوئے مغرور نے ازراہ تفنن ریڑھی کے پروپرائٹر سے پوچھا۔

''ارے بھائی کتنا کما لیتے ہو تم۔''؟

''اللہ کا بڑا کرم ہے جی پچاس روپے کارپوریشن کا جگا دینے کے بعد ڈیڑھ دو سو روزانہ بچت ہو ہی جاتی ہے۔''

مغرور نے حساب لگایا تو اس کی آمدنی گزٹیڈ افسروں کی تنخواہوں سے بغل گیر ہو رہی تھی۔ اس حقیقت کا ادراک ہوتے ہی نوالہ اس کے حلق میں پھنس گیا بہر حال

جیسے تیسے کر کے اس نے کھانا ختم کیا اور سارا دن مختلف اقسام کے پھٹے، کھوکھے اور ریڑھی والوں کے انٹرویوز میں گزارا۔

وہ دن اس کی زندگی کا اہم دن ثابت ہوا جس نے اس کی زندگی، سوچ، عقل اور حالات کا ہینڈل موڑ کر رکھ دیا پوری رات نہایت غور فکر کرنے کے بعد اس نے اپنے مستقبل کا لائحہ عمل تیار کیا اور دوسرے دن معمولی کپڑے پہن کر محلے میں گوشت کے واحد تقسیم کار (Distributor) جلاد قصاب کے پاس پہنچ گیا۔ اتفاق سے کوئی گاہک موجود نہ تھا۔

''ہاں مغرور میاں تمہارا کتنا گوشت کاٹوں۔'' جلاد نے ٹوکہ لہراتے ہوئے کہا

''چاچا میرے اوپر پہلے ہی گوشت ہڈیوں سے منہ چھپا رہا ہے تم نے کاٹ لیا تو بچے گا کیا۔''

''میرا مطلب ہے کہ تمہارے لیے کتنا گوشت کاٹوں ایک تو میں تم پڑھے لکھوں سے بہت تنگ ہوں فوراً بال کی کھال اتارنا شروع کر دیتے ہو۔''

''نہیں چاچا آج میں گوشت لینے نہیں بلکہ تمہاری شاگردی اختیار کرنے آیا ہوں۔''

''کیا.....کیا.....کیا کہہ رہے ہو تم ایم اے پاس میری شاگردی اختیار کرو گے؟''

''خدا کیلئے چاچا بھول جاؤ کہ میں ایم اے ہوں ان پڑھ سمجھ کر مجھے اپنی فرزندی سوری شاگردی میں لے لو۔''

'' اپنی والدہ سے پوچھ کر آئے ہو کہ نہیں وہ تو میری کھال کھینچ دیں گی۔''

''ان کی فکر نہ کرو چاچا ان کو میں خود سمجھا لوں گا گھر کی ریل گاڑی بھی تو چلانی ہے کہ نہیں۔''

تھوڑی سی بحث وتمحیص کے بعد جلاد نے مغرور کو شاگردی میں لے لیا۔ مغرور سارا دن



جلاد کو اسسٹ کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے طریقہ ہائے واردات بھی سٹڈی کرتا رہا شام تک وہ قصابی کی الف ب سے ملاقات کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا، اس نے اپنی مزدوری نقد کی بجائے جنس کی صورت میں اپنے تھیلے میں رکھ لی تھی۔

اس کے گھر پہنچنے سے قبل اس کے اس انتہائی قدم کی خبر پہنچ چکی تھی جس کے نتیجے میں اس کے گھر پر دور و نزدیک کے رشتہ داروں پر مشتمل ایک ہنگامی میٹنگ جاری تھی۔ مغرور کے گھر میں قدم رکھتے ہی پہلے سے منظور شدہ لعنت ملامت کی کئی ایک قراردادیں اس کے منہ پر ماری گئیں۔ خاندان کے ایک بزرگ نے غصے کے عالم میں تحریک استحقاق پیش کرتے ہوئے کہا کہ اس کے یوں قصاب بن جانے سے خاندان بھر کا استحقاق مجروح ہوا ہے اور پوری برادری میں ناک کٹ جانے کی وجہ سے وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے۔ اس ناک کے جڑنے کی ان کے خیال میں اب ایک ہی صورت تھی کہ مغرور کو گھر سے نکال دیا جاتا۔ جواب میں مغرور نے تحریک التواء پیش کرتے ہوئے تھیلے کا منہ کھول دیا اس میں سری پائیوں، کلیجی اور گردوں کو جھانکتے دیکھ کر میٹنگ کے شرکاء کا جوش ایک دم ہی ٹھنڈا ہو گیا اور مغرور کے گھر والوں کی ناک پھر جڑ گئی۔

تھوڑے ہی عرصے میں مغرور فنِ قصابی کے اسرار و رموز پا گیا کہ گاہک کو بوٹیاں دکھا کر ہڈیاں کیسے دینی ہیں اور ان میں مزیدار گوشت کے نام پر چھیچھڑوں کا کیسے اضافہ کرنا ہے، گاہک کی کھال کس صفائی سے اتارنی ہے، تازہ اور باسی، چھوٹا اور بڑا گوشت کس خفیہ طریقے سے مکس کرنا ہے کہ گاہک کو خبر تک نہ ہو۔

ایک دن جلاد کسی جانور کی تلاش میں نکلا ہوا تھا اور مغرور نگران قصاب کے طور پر فرائض انجام دے رہا تھا کہ ایک نوجوان غیر ملکی لڑکی نظر آئی۔ مغرور کی نظریں اس پر

فکس ہو گئیں اور ان میں سے چھ سو میگا واٹ پیار چھلکنے لگا۔ اگر ایک گاہک بروقت اسے مطلع نہ کرتا تو وہ ہاتھ کاٹ کر محبت سے قبل ہی قربانی دے چکا ہوتا۔

"ول مسٹر بوچر تھوڑا مٹن اویل ایبل ہوتا" میم نے اردو کو انگلش میں ڈب کرنے کی کوشش کی۔

"Yes Miss and it is all free from bacteria and grems"

مغرور نے ڈرائی کلین انگلش میں کہا۔

"Oh, you can speak English. nice to meet you"

مس نے ہاتھ بڑھایا اور مغرور نے فوراً تھام کر پرزور مصافحہ کر ڈالا۔ اس نے سوچا ایم اے کرنا رائیگاں نہیں گیا۔

مس جس کا نام بعد میں جولیا معلوم ہوا گوشت کے ساتھ مغرور کا دل بھی نکال کر لے گئی مغرور کو خطرہ تھا تو بس یہی کہ کہیں گوشت کے ساتھ اس کا دل بھی نہ پکا دے اور پھر مغرور سے آ کر کہے کہ

"What a delicious heart it was

جولیا ایک غیر ملکی انجینئر کی لڑکی تھی جو وہاں تعمیراتی پراجیکٹ کے سلسلے میں مقیم تھا۔ اب جولیا کے ساتھ ساتھ پراجیکٹ پر کام کرنے والے دوسرے لوگ بھی مستقل جلاد سے گوشت خریدنے لگے۔ مغرور اپنی تعلیم اور Dealing کی بدولت ان میں جینٹلمین بوچر کے نام سے مشہور ہو گیا تھا اور کاروبار کے ساتھ ساتھ اس کی محبت بھی دن دگنی رات چوگنی ترقی کر رہی تھی۔ بزنس کی یوں ترقی پر جلاد قصاب بہت خوش تھا،



"کام پیارا کہ چام" کے مصداق اس نے مغرور کو دکان کے سلسلے میں بہت سے صوابدیدی اختیارات بخش دیے۔ جن کی مدد سے مغرور نے مندرجہ ذیل اصلاحات نافذ کیں۔

☆ قصاب کے روایتی لباس دھوتی بنیان کی جگہ سیاہ رنگ کے ٹریک سوٹ کا بطور وردی اجراء جس کی قمیض کے سینے پر چھری ٹوکے کا مونوگرام تھا۔

☆ تمام طبقوں کی شکایات کے ازالے کیلئے گوشت کی تین درجوں میں تقسیم۔

☆ ڈبل ریٹ پر ہڈیوں سے پاک سپیشل گوشت کی سہولت۔

☆ باسی گوشت اور ہڈیاں کٹ پرائس پر۔

☆ ایک ایک کلو کی خصوصی پولی تھین کے لفافوں میں پیکنگ حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق۔

☆ تھوک میں گوشت خریدنے پر مختلف تحائف کا سلسلہ جیسے کھانا پکانے کی تراکیب کی کتاب وغیرہ۔

☆ آؤٹ ڈور ذبیحہ کی سہولت۔

ان انقلابی اصلاحات نے جلاد قصاب کے کاروبار کو نئی جہت دی جلد ہی اس نے آمدنی کی بدولت قیمے کی مشین اور ڈیپ فریزر بھی خرید لیا۔ جلاد جانتا تھا کہ یہ سب کمال مغرور کا ہے لہذا اس نے اس کی خدمات کے اعتراف کے طور پر اس کو "جلاد جونیئر" کا خطاب دیا اور مغرور کی سفارش پر اس کے کئی تعلیم یافتہ بے روزگار دوستوں کو اپنے حلقہ قصابی میں شامل کر لیا۔

"جلاد جونیئر" کا خطاب اس بات کی علامت تھا کہ مغرور نے قصابی کی تھیوری اور بزنس مینجمنٹ پر مکمل عبور حاصل کر لیا ہے لیکن ڈگری یافتہ قصاب ہونے یا ذاتی دکان

کھولنے کیلئے ضروری تھا کہ وہ کسی جانور کو دوسرے قصاب کی مدد کے بغیر آپریٹ کرتا۔ چنانچہ اب جلاد نے مغرور کو پریکٹیکل کی ٹریننگ دینا شروع کر دی اس نے جانوروں کے ذبیحہ کے دوران مغرور کو ساتھ رکھا، کبھی جانور کی گردن کبھی سر اور کبھی دم پکڑائی اور ان کے آپریشن کی تیکنیک سکھائی۔

عید الضحیٰ سے قبل مغرور اس قابل ہو گیا کہ پریکٹیکل دے سکے۔ عید الضحیٰ کے دن جب اچانک قصابوں کا قحط پڑا تو استاد جلاد نے اپنے سب شاگردوں بشمول مغرور کو شہر میں نکل جانے کو کہا تا کہ قصابوں کا کچھ قحط دور ہو۔ یوں آمدنی کے ساتھ ساتھ سب شاگردوں کی ٹریننگ بھی مکمل ہو جاتی۔

''آلات قتل'' سے مسلح ہو کر اور وردی بدل کر مغرور نے استاد سے آشیرباد حاصل کی اور پریکٹیکل کیلئے روانہ ہو گیا۔ اس کی وردی اور آلات قتل کو کئی لوگوں نے مشکوک انداز میں گھورا۔ ایک چوک پر پولیس مین نے اسے روک لیا۔

''عید کے دن سرِ عام دہشت گردی۔ تم ضرور ''ٹوکہ گروپ'' سے تعلق رکھتے ہو باقی ساتھی کہاں ہیں تمہارے؟''

''جی میں تو مسکین سا قصاب ہوں خدمتِ خلق کیلئے نکلا ہوں'' مغرور نے اپنی تنظیم قصاب ایسوسی ایشن کا کارڈ دکھایا۔

''ہوں تمہیں میرے ساتھ میرے گھر تک چلنا پڑے گا۔''

''جی م...... مگر کیوں۔؟'' مغرور گھبرا گیا۔

''اوئے تمہارا کیا خیال ہے، ہم مسلمان نہیں ہیں ایک جانور ذبح کرنا ہے صبح سے کوئی قصاب نہیں پھنس رہا تھا، اب تم آگئے ہو تو چلو''

''پہلا گاہک ہی مفت خورا، جی چاہتا ہے اسی کو ذبح کر دوں۔'' مغرور منہ ہی منہ میں



بڑبڑاتا ہوا سپاہی کے پیچھے چل دیا جو چوک کو ''لاوارث'' چھوڑ کر جا رہا تھا۔

مغرور سپاہی کے گھر میں داخل ہوا تو اہلِ خانہ کے علاوہ چند گھڑیوں کے مہمان ایک ہیوی ویٹ سانڈ نے بھی اسے خاصی مشکوک نظروں سے گھورا۔

''میں تو سمجھ رہا تھا بھیڑ یا بکری ہوگی'' مغرور نے مایوسی سے کہا۔

''دراصل چھاپے میں برآمد یہی ہوا تھا'' سپاہی نے وجہ تسمیہ بیان کی۔

ناچار مغرور نے سانڈ کی طرف پیش قدمی شروع کی۔ حفظِ ماتقدم کے طور پر اس نے آلاتِ قتل اپنی وردی کی سپیشل جیبوں میں گم کیئے اور آنکھوں میں محبت کے دیے روشن کر کے سانڈ کے پاس جا کر اس کے جسم پر ہاتھ پھیرنے لگا تا کہ کچھ دوستانہ فضا پیدا ہو جائے۔ سانڈ آداب محبت سے واقف تھا، اس نے بذریعہ دم محبت کا جواب دینا شروع کر دیا جس کے نتیجے میں مغرور کے جسم پر خارش ہونے لگی۔

جب ماحول مناسب حد تک سازگار ہو گیا تو مغرور نے اہلِ خانہ میں سے چار افراد کو مدد کیلئے بلایا ان کو ضروری ہدایات دینے کے بعد پہلے تو رسے سے سانڈ کی دو اگلی ٹانگیں جکڑیں پھر اسی رسے کے باقی حصے سے پچھلی ٹانگیں جکڑ کر رسہ دو ساتھیوں کو قابو کرنے کیلئے دیا پھر دم پچھلی ٹانگوں میں سے گزارنے کے بعد تیسرے صاحب کے حوالے کر دی۔

''دیکھیں چاہے دم اکھڑ جائے آپ اس کو ہرگز نہ چھوڑیں کیونکہ اگر آپ نے ایسا کیا تو سبھی کے پائے ثبات میں لغزش آجائے گی'' مغرور نے دم ہولڈر کو الرٹ کرتے ہوئے تنبیہہ کی ''اور آپ جناب سانڈ کو گرانے کے بعد اس کے گلے کو درست لائین اور لینتھ (Line & Length) میں رکھیں تا کہ مجھے چھری پھیرنے میں آسانی ہو'' مغرور نے چوتھے ساتھی کو اس کی ڈیوٹی سمجھائی۔

مغرور نے ایک بار پھر سب پوزیشنوں کا جائزہ لیا اور ایک جھٹکے سے سانڈ کو ''فائنل پچ'' دے کر گرایا اور فاتحانہ انداز میں چھری نکال کر اس کے گلے کی طرف بڑھا جسے چوتھا ساتھی ذبح کی پوزیشن میں کیے ہوئے تھا۔ تکبیر پڑھتے ہوئے چھری پھیرنے ہی والا تھا کہ وہ کچھ ہوا جو نہیں ہونا چاہیے تھا۔ سانڈ نے ایک دم خطرہ بھانپتے ہوئے پچاس ہارس پاور کا جھٹکا مارا ''دم ہولڈر'' دس فٹ دور جا گرا۔ رسیوں والے صاحب اوندھے ہو گئے گردن کی ڈیوٹی والے صاحب سانڈ کے نیچے جا گرے اور مغرور کو جو اس نے کمر کے نیچے لات جمائی تو وہ چھری سمیت فضا میں پرواز کر گیا، گرتے ہوئے وہ ہاتھ چلاتے یوں لگ رہا تھا جیسے نادیدہ شیطان کو قتل کر رہا ہو۔

جب مغرور کو ہوش آیا تو سانڈ صحن کی بجائے چھت پر موجود تھا اور زور زور سے باں باں کرتے ہوئے شاید اپنی مادری و فادری زبان میں انسانوں کا مذاق اڑا رہا تھا۔ مغرور کی بے ہوشی کے دوران سانڈ کو چھت سے اتارنے کی کوشش میں دو آدمی سانڈ کی اشتعال انگیزی کا شکار ہو کر ہسپتال پہنچ چکے تھے جب مغرور کو اس کا علم ہوا تو اس کی ٹانگیں راک اینڈ رول کرنے لگیں۔

''گھاس لاؤ'' اس نے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا تو سپاہی کے اہلِ خانہ رحم طلب نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے انگلی کو سر کے گرد چکر دینے لگے۔

''بیوقوفو مجھے کوئی دماغی چوٹ نہیں آئی گھاس سانڈ کیلئے منگوائی ہے'' مغرور غصے سے دھاڑا۔

مغرور نے رسیوں کے پھندے دو آدمیوں کو دے کر سیڑھیوں کے دونوں طرف متعین کر دیا اور خود اوپر چڑھتے ہوئے تھوڑی تھوڑی گھاس سیڑھیوں پر رکھنا شروع کر



دی۔ اوپر والی سیڑھی پر کھڑے ہو کر زورِ بازو کی مدد سے تین پونڈ گھاس اس نے اپنے اور سانڈ کے درمیان حائل فاصلے میں پھینکی اور مزید آگے جائے بغیر نیچے اتر آیا۔

توقع کے مطابق جلد ہی سانڈ کا دل للچایا اور اس نے گھاس کی طرف پیش قدمی شروع کر دی جب وہ اوپر والی سیڑھی پر پہنچا تو مغرور کا دل بکریوں اچھلنے لگا لیکن اس کے ارمانوں پر اس وقت ٹوکہ چل گیا جب سانڈ نے بروقت سازش کا ادراک کرتے ہوئے واپس روانگی اختیار کر لی۔

اس وقت تک اہلِ خانہ کے علاوہ اہلِ محلّہ بھی اس تماشے میں شریک ہو چکے تھے جو بھانت بھانت کی بولیوں کے ساتھ مغرور کی قصابی کے بارے میں ریمارکس پاس کر رہے تھے۔

''آپ سانڈ کو کلوروفارم کیوں نہیں سونگھاتے۔'' ایک بزرگ نے گویا سارے مسئلے کا حل پیش کر دیا۔

''محترم بلی کے گلے میں گھنٹی آپ باندھیں گے؟ سچ میں آپ کا مرید ہو جاؤں گا۔'' مغرور نے جل کر کہا تو بزرگ جھینپنے لگے۔

''یار سانڈ کے پیروں میں آتش بازی چھوڑو ڈر کر نیچے اتر آئے گا۔'' ایک اور صاحب نے نادر نسخہ تجویز کیا۔

''تاکہ سانڈ پاگل ہاتھی کا کردار ادا کرتے ہوئے چھت بھی گرا دے اور زخمی ہو کر قربانی کے قابل بھی نہ رہے۔ ویسے آپ کہیں مستری تو نہیں؟'' مغرور نے خشمگیں نظروں سے اسے گھورا۔

''سنتری بادشاہو پاس پڑوس سے ذرا دیر کے لئے گائے تو لے آئیں۔'' مغرور نے جانوروں کی نفسیات پر غور کرتے ہوئے سپاہی سے کہا۔

"پر۔۔وہ کس لیے؟"

"تمہارے سانڈ سے اس کا نکاح پڑھواؤں گا۔" مغرور جل کر بولا۔

"ارے سانڈ کا خوف ختم کرنے کے لئے، اپنے ہم جنس کو دیکھ کر شاید اتر آئے۔"

یہ چھوٹی سی بات سپاہی کی کھوپڑی میں خوش قسمتی سے سما گئی اور وہ اپنے اختیارات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے فوراً ایک عدد گائے لے آیا۔ مغرور کی ہدایت پر اسے صحن میں ایسی جگہ باندھ دیا گیا جہاں سے سانڈ اسے ڈائریکٹ فوکس کر سکے۔

گائے کو دیکھتے ہی سانڈ کی آنکھوں میں محبت کے دیپ جل اٹھے اس نے گائے کو سگنل دیا گائے کے جوابی سگنل ۔۔۔۔۔ کے بعد سانڈ نے اس پر قطعاً غور نہ کیا کہ لائن کلیئر ہے یا نہیں وہ سماج کی رکاوٹوں کی پروا کیے بغیر خیالِ یار میں دیوانہ وار اترا اور گائے کا حال احوال دریافت کرنے لگا اسے خبر تک نہ تھی کہ اسے جذباتی طور پر بلیک میل کیا گیا ہے۔

سانڈ کو ایک بار پھر جکڑ لیا گیا اس بار امدادی کارکنوں کی تعداد زیادہ تھی جنہوں نے مغرور کے چھری پھیرنے کے بعد بھی اسے کافی مضبوطی سے جکڑے رکھا۔ کیونکہ ایک صاحب نے بتایا تھا کہ ایک جانور شہ رگ کٹنے کے بعد ایک جھٹکے سے خود کو چھڑا کر بھاگ کھڑا ہوا تھا اور بڑی دیر بعد جا کر گرا تھا۔ سو وہ اب کسی قسم کا رسک لینے کو تیار نہ تھے اس کاروائی کے دوران گائے کا طرزِ عمل انسان کی مونث جیسا ہی تھا وہ بجائے غمگین ہونے کے خوش تھی شاید اس پر کہ کیسا بیوقوف بنایا۔

سپاہی کے گھر سے مغرور کو حق خدمت تو کیا ملتا غنیمت کہ وہ ہاتھ پاؤں ضائع کیے بغیر پریکٹیکل میں کامیاب ہو گیا تھا۔ شام تک اس نے کئی دنبے، بکرے وغیرہ ذبح کئے۔ یوں اس کا ہاتھ رواں ہونے کے ساتھ ساتھ جیب بھی خاصی گرم ہوگئی اور اس کے



لگژری سائز کے تھیلوں میں دل، کلیجی، سری اور پائے بھی قابل ٹیکس تعداد میں جمع ہو گئے تھے۔

استاد جلاد نے مغرور کو بخوشی فارغ التحصیل قرار دے کر ذاتی قصاب شاپ کھولنے کی اجازت دے دی۔ ایک سال بعد جلاد جونیئر مغرور فخری نے ایک عالیشان گھر بنوایا۔ گاڑی خریدی اور با آسانی اپنی انگریز محبوبہ جولیا کو بیاہ لایا یوں اس نے ثابت کر دیا کہ محبت حاصل کی جا سکتی ہے اگر بندہ برسرِ روزگار ہو۔

آج پلوں کے نیچے سے کافی پانی بہ چکا ہے۔ جلاد جونیئر مغرور کی ذاتی قصاب مارکیٹ ہے بیسویں گریڈ کے کئی افسر اس کے مقروض ہیں خود وہ پرسکون ریٹائرڈ لائف گزار رہا ہے کیونکہ اس کا ایک بیٹا کسٹم، دوسرا پولیس میں اور بیٹی ڈاکٹر ہے۔ یوں اس کی اولاد جدید بنیادوں پر اس کے پیشے کو آگے بڑھانے میں مصروف ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆ (۱۹۹۴ء)

# قلم قبیلہ

جب معاشرے کی زمین ناہموار ہو جائے اور اس میں ظلم و ناانصافی استحصال اور فرعونیت کے بیج پھلنے پھولنے لگیں تو جہاں ایک طرف چور ڈاکو شرافت کے لباس میں پولیس کی زیرِ نگرانی کارہائے نمایاں سرانجام دینے لگتے ہیں وہیں ایک مدافعاتی طبقہ خنجر سے زیادہ تیز قلم لے کر اٹھ کھڑا ہوتا ہے جس کا کاٹا پانی نہیں مانگتا اس طبقے کو رائیٹر طبقہ کہتے ہیں بنیادی طور پر یہ ایک طبقہ ہے مگر اس کی بہت سی اصناف ہیں۔ شاعر، ادیب وغیرہ۔ ہر صنف میں بھانت بھانت کے نمونے پائے جاتے ہیں جن کے ساتھ ہم باری باری ہاتھا پائی کریں گے لیکن ..... گھر کا بھیدی، لنکا ڈھانے سے قبل تمام رائیٹرز سے بہ صد ادب اجازت کا خواستگار ہے۔

## شاعر

**تعارف** کسی دلی یا دماغی چوٹ کے باعث منہ اور قلم کے راستے موزوں کلام



اگلنے والی "توپ" کو شاعر کہتے ہیں۔ تاریخ کے ہر دور میں اس کا وجود ثابت ہے اور یہ وہ واحد پیداوار ہے جس کا کبھی قحط نہیں پڑا ہمیشہ افراط ہی رہی ہے۔ سقوطِ غرناطہ مغلوں کے آخری دور اور عربوں کے زمانہء جاہلیت اور سکھوں کے آخری دنوں پر نظر دوڑائیں تو یہ بات ٹیوب لائٹ کی طرح روشن ہو جاتی ہے کہ جب بھی کوئی قوم تباہی کے دہانے پر پہنچی اس میں شاعر حد سے زیادہ بڑھ گئے جنہوں نے کارپردازانِ سلطنت کو شاعری میں لگا کر کاروبارِ سلطنت سے غافل کر دیا اور دشمنوں کا کام آسان کر دیا شاید یہی وجہ ہے کہ انگریزوں نے جنگِ آزادی کے بعد دوسرے درباریوں کو تو پھانسی دی مگر مرزا غالب اور دوسرے شاعروں کو انعامات سے نوازا۔

**اسباب:** کوئی انسان اچانک شاعر کیسے بن جاتا ہے۔ اس بارے میں محققین میں اختلافِ رائے پایا جاتا ہے بہرحال اس بات پر ان کا اتفاق ہے کہ دماغ چلنے کی طرح اس کے بھی کئی مختلف اسباب و عوامل ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی طے ہے کہ ہر انسان زندگی میں ایک بار ضرور شاعر بنتا ہے جب وہ دل کا تبادلہ کرتا ہے بعد میں بے شک بندہ بن جائے۔

### پہچان:

یوں تو اہلِ نظر شاعر کو دور سے اور باادب...... گفتگو سے پہچان لیتے ہیں پھر بھی آسانی کے لئے موٹی موٹی نشانیاں بتائے دیتا ہوں کہ شاعر بننے کے بعد یہ اپنے نام میں کسی عجیب و غریب لفظ کا اضافہ کر لیتا ہے جسے یہ تخلص کا نام دیتا ہے۔ بعض دور اندیش شاعر بننے سے قبل ہی کوئی تخلص الاٹ کرا لیتے ہیں مبادا کوئی دوسرا قبضہ نہ کر لے۔ یہ تخلص عموماً ایسا ہوتا ہے کہ پہلی بار سننے والا چونک اٹھتا ہے۔ ہوتا یوں ہے کہ ایک بھولا

بھا لا لڑکا جسے آپ عبدالرشید کے نام سے جانتے ہیں اور وقتاً فوقتاً اسے شیدا کہہ کر سگریٹ بھی منگواتے رہتے ہیں اچانک پتہ چلتا ہے کہ وہ عبدالرشید اب بھولا بھالا شیدا نہیں رہا بلکہ عبدالرشید آزردہ ہو گیا ہے۔ آپ لاکھ اس کی آزردگی کا سبب جاننے کی کوشش کریں وہ وضاحت نہیں کرتا۔ کسی کے شاعر ہونے کی دوسری بڑی نشانی یہ ہے کہ یہ جو کہے گا وہ کرے گا نہیں اور جو کرے گا وہ کہے گا نہیں۔ یہ عملی زندگی میں انتہائی بے عمل ہونے کے باوجود شاعری میں انتہائی باعمل ہوتا ہے۔ اس کے ارادے خواہشات اور مقاصد عموماً ممکنات کی سرحد سے پار واقع ہوتے ہیں مگر جب قلم قرطاس اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے تو وہ اس کو صحیح معنوں میں خنجر کی طرح استعمال کرتا ہے اور وہ کارنامے سرانجام دیتا ہے کہ بڑے بڑے سورما چیں بول جاتے ہیں۔ یہ چاہے تو آہ سے آندھی چلوا دے، جنگل جلا کر راکھ کر دے، پوری دنیا آنسوؤں کے سیلاب میں غرق کر دے اور اس میں تیرا کی کرتا درِ محبوب تک پہنچ جائے، چاہے تو محبوب کا جلوہ دکھائے اور صور پھینک دے، محبوب کی جھلک دکھائے اور مرتے ہوؤں کو قبر سے کھینچ لائے۔ موڈ میں آجائے تو ثمر قند و بخارا بادشاہ سے پوچھے بغیر محبوب کے ایک تل کے بدلے ہدیہ کر دے اور بعد میں سزائیں بھگتا پھرے۔ چاہے تو محبوب کی کمریوں غائب کر دے جیسے ممبرانِ اسمبلی سے شائستگی، دل چاہے تو محبوب کے ماتھے پر صرف ستارے ہی نہیں پورا نظامِ شمسی سجا دے اور چاہے تو محبوب کو باغ میں پھرا کر پھولوں کو احساسِ کمتری میں مبتلا کر دے۔ بڑے سے بڑا عالمی تنازعہ جب ایک شاعر کے سامنے آتا ہے تو وہ محض ایک شعر یا نظم میں حل ہو کر رہ جاتا ہے۔



**حلیہ /عادات:** پرانے زمانے میں شاعروں کا حلیہ خاندان والوں سے کم اور نفسیاتی مریضوں سے زیادہ ملتا تھا۔ مہینوں غسل خانوں، نائی اور آئینے کا منہ نہ دیکھتے تھے جس کی وجہ سے ان کی داڑھی، مونچھوں اور سر کے بالوں میں خط علیحدگی کھینچنا کارے دارد ہوتا تھا وہ عموماً۔۔۔۔ دانت خراب کرنے کیلئے پان کی خدمات حاصل کرتے تھے اور میسر ہوتی تو انگور کی بیٹی سے چھیڑ چھاڑ کر لیا کرتے تھے۔

آج کل شاعر...... شاعر کم اور بیوروکریٹ زیادہ لگتے ہیں اکثر گورنمنٹ سروسز کے شوقین ہوتے ہیں کہ افسری کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت مشق سخن جاری رہے۔ یہ دانت معدہ اور دل تباہ کرنے کے لئے سگریٹ، پائپ، کافی اور چائے کا استعمال تھوک کے حساب سے کرتے ہیں۔

## معاشرتی مقام:

معاشرے میں شاعر کو جو مقام حاصل ہے اسے معزز تو کیا مقام بھی نہیں کہا جا سکتا۔ اکثریت شاعر کو چور ڈاکو سے بھی زیادہ مشکوک سمجھتی ہے کیونکہ ان کے خیال میں چور ڈاکو پھر بھی کنبہ پالنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور تو اور افلاطون نے اپنی خیالی جمہوریہ Eutopia میں بھی شاعروں کو فالتو مخلوق گردانتے ہوئے نمائندگی نہ دی۔

## عمومی رویہ:

شاعر عموماً ایک شریف جانور ہے سوری انسان ہے اور اس کا مشق سخن کرنے تک کا عمل نہایت پر امن ہے۔ نقصِ امن کا مسئلہ تو اس وقت پیدا ہوتا ہے جب یہ شاعری سنانے پر تل جائے اور اس وقت اسے شاعری سنانے سے روکنا کسی طوفان کو روکنے

کی حماقت کرنے کے برابر ہے۔ یہ صورتِ حال اس وقت مزید گھمبیر ہو جاتی ہے
جب شاعر نیا نیا ہو اور آس پاس کوئی مشاعرہ ہو اور نہ سامع اس وقت اس کی حالت
اس مرغی کی سی ہوتی ہے جس نے انڈہ دینا ہو اور اسے مناسب جگہ نہ مل رہی ہو اس
وقت کچھ تو پتھروں کو غمِ دل سنا لیتے ہیں کچھ کا نروس بریک ڈاؤن ہو جاتا ہے۔

## دماغ اور شاعری:

شاعر دماغ رکھتے ہیں یا نہیں یہ قصہ بحث طلب ہے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ دماغ
کے بغیر کوئی شاعری کیسے کرسکتا ہے جبکہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ کوئی دماغ کے ہوتے
ہوئے شاعری کیوں کرے گا۔

## خوارک:

شاعروں کی خوراک کے بارے میں بھی پہلوانوں کی طرح خاصی مبالغہ آمیز حکایات
مشہور ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ شاعروں کی خوراک محض ''داد'' ہے یعنی واہ واہ
سبحان اللہ۔ اگر ایک شاعر سے آپ تین ٹائم اس کی شاعری سن کر واہ واہ کہتے رہیں تو
وہ لمبا عرصہ کچھ کھائے پئے بغیر زندہ رہ سکتا ہے لیکن اگر آپ اس کو دنیا جہان کی ہر چیز
کھلا دیں اور داد نہ دیں تو بھوکا رہے گا اگر آپ کسی شاعر سے انتقام لینا چاہتے ہیں تو
اکثر و بیشتر اس سے شاعری سنتے رہیں لیکن داد نہ دیں کسی نہ کسی دن اسے ضرور
اختلاج قلب ہو جائے گا۔ ویسے ہم نے چند ایسے شاعروں کو دیکھا ہے جنہوں نے
واہ واہ سبحان اللہ کی آوازوں کی کیسٹ ریکارڈ کی ہوئی ہے جنہیں وہ تنہائی میں داد کی
بھوک مٹانے کے لئے سنتے ہیں۔



## اقسام:

دنیا مین مخلوق لاتعداد اقسام میں پائی جاتی ہے شاعر بھی اس سے مستثنیٰ نہیں مزاج،
انداز اور طریقہء واردات میں اختلاف کے باوجود ان کی کئی اقسام ہیں جن میں سے چند
ایک کا حال آپ کی عبرت کے لئے دیا جا رہا ہے۔

## نرا شاعر:

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ سوائے شاعری کے اور کچھ نہیں کرسکتا چونکہ اسے اکثر و
بیشتر فاقے سے لطف اندوز ہونا پڑتا ہے اس لیے اس کی شاعری میں بلا کا سوز اور
درد پایا جاتا ہے۔ یہ با آسانی کوئی بھی مشاعرہ لوٹ لیتا ہے لیکن محلے کے دکاندار سے
ادھار تک حاصل نہیں کرسکتا بعض اوقات انہیں اپنی شاعری فروخت کرنا پڑتی ہے۔
ان کی ازدواجی زندگی مرثیوں سے بھرپور ہوتی ہے۔ غالب، ساغر صدیقی اور اقبال
ساجد اس قسم کے نمائندہ شاعر ہیں۔

## عاشق کم شاعر:

یہ عموماً بے روزگار ہوتے ہیں اور پارٹ ٹائم عشق سے ٹائم پاس کرتے ہیں عشق کی
منازل طے کرتے کرتے جب یہ رانجھے یا مجنوں کے انجام کے قریب پہنچتے ہیں تو ترقی
کر کے شاعر بن جاتے ہیں ان کی شاعری عموماً بے وزن ہونے کے باوجود کلو
گراموں میں ہوتی ہے۔ یہ نوکری یا چھوکری کے پلے پڑنے کے بعد تائب ہو جاتے
ہیں اور ادب کو بخش دیتے ہیں۔

دلچسپ، قہقہ آور مضامین اور ہنستی مسکراتی کہانیاں

# قلم آرائیاں

مصنف

خادم حسین مجاہد




حق پبلی کیشنز

A-2 سید پلازہ چیٹر جی روڈ، اُردو بازار لاہور

فون: 7220631، موبائل: 0300-9422434




یا اللہ! تیرا شکر ہے

"رحمتیں، برکتیں، وسعتیں"

ناشر: عدیل حق، محمد اجمل



نام کتاب ...... قلم آرائیاں

مصنف ...... خادم حسین مجاہد (0300-8826510)

سن اشاعت ...... 2008ء

کمپوزنگ ...... عمران بابر

ناشر ...... عدیل حق

قیمت ...... -/120 روپے

ملنے کا پتہ..........

امجد بکڈپو کوٹمومن



ادب سے ایک مدت تک رہے "دست و گریباں" ہم
مگر پھر بھی ہوئیں نہ ختم یہ تنہائیاں اپنی
جو دیکھی دوستوں کی حوصلہ افزائی خوش ہو کے
مجاہد پیش کرتا ہے "قلم آرائیاں" اپنی

## سمگلر شاعر:

عام شاعروں کی طرح سمگلر شاعروں کے بھی کئی گروہ ہیں ان کا ایک گروہ کسی انتقال شدہ گمنام شاعر کے اہل خانہ سے اس کی شاعری ردی کے بھاؤ خرید کر صاحبِ دیوان ہو جاتا ہے۔ دوسرا گروپ پرانے شعراء کی تلخیص اور الٹ پھیر سے کام چلاتا ہے تیسرا گروہ کسی دوسری زبان کی شاعری سے خیالات اڑا کر اپنی زبان میں باندھ لیتا ہے چوتھا اور آخری گروہ کسی لمبے جھنجٹ میں پڑے بغیر شارٹ کٹ استعمال کرتا ہے اور کسی بھی نرے شاعر سے شاعری خرید لیتا ہے اچھی سے اچھی تیار غزل پندرہ بیس روپے میں مل جاتی ہے۔ اس چوتھے گروہ میں عموماً بیوروکریٹ اور سماجی شخصیات ہوتی ہیں جو اس طریقے سے خود کو انٹیلیکچوئل ثابت کرتے ہیں۔

## عظیم شاعر:

اس گروہ کی عظمت میں ان کی دولت، عہدے اور پریس پروری کے علاوہ ان کے کاسہ لیسوں کے خوشامدی مضامین کا بھی دخل ہوتا ہے یہ اپنے تئیں غالب سے کم عظیم نہیں ہوتے اور اسی زعم میں اساتذہ کے کلام پر خصوصی شفقت فرماتے ہیں وہ انہی کا پڑھتے اور انہی کا کھاتے ہیں علاوہ ازیں ایسے عظیم شعراء ان خواتین شاعرات کی سرپرستی بھی فرماتے ہیں جو شاعری بے شک نہ کر سکتی ہوں لیکن شاعر بننا چاہتی ہوں یہ ایسی شاعرات کے مجموعے اپنے خرچ اور مواد پر چھپوا کر اپنی عظمت کا ثبوت دیتے ہیں۔



## سیاسی شاعر:

ان کے دو گروہ ہیں پہلا گروہ ساحر، فیض، جالب اور شورش جیسے شاعروں پر مشتمل ہے۔ یہ کلمۂ حق کسی جابر سلطان کے سامنے کہہ کر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں۔ دوسرا گروہ عوامی ہے جو سیاسی جلسوں میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا اور فولاد منواتا ہے۔ یہ کسی امیدوار یا پارٹی کے ساتھ منسلک ہو جاتے ہیں اور پھر اس کے جلسوں میں اس کے قصیدے اور مخالفین کی ہجو پڑھتے ہیں یوں یہ عوامی شہرت کے ساتھ ساتھ شاعروں کے سب گروہوں سے زیادہ کماتے ہیں۔

## موبائل شاعر:

ان کے بھی دو گروہ ہیں۔ پہلے گروہ والے شہر میں گلی گلی گھومتے رہتے ہیں کہیں کسی شادی، منگنی، مہندی، ختنہ یا سالگرہ کی بھنک ملتی ہے تو وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ عموماً معززین کا لباس زیب تن کیے ہوتے ہیں اس لیے تقریبات میں با آسانی گھس جاتے ہیں پھر وہیں مہمانوں سے باتوں باتوں میں تقریب کے مرکزی کرداروں کے نام معلوم کر کے پہلے سے تیار شدہ سہرے اور دعا وغیرہ میں فٹ کر لیتے ہیں حاضرین کی بڑی تعداد تب تک انہیں معزز مہمان ہی سمجھ رہی ہوتی ہے کہ اچانک یہ بلائے ناگہانی کی طرح تقریب کے مرکزی کردار کے سر پر پہنچ کر اپنا راگ الاپنا شروع کر دیتے ہیں اور تمام شرکاء کا موڈ خراب کر دیتے ہیں یہ تب تک چپ نہیں ہوتے جب تک پیسے یا کسی اور چیز سے ان کا منہ بند نہیں کر دیا جاتا۔ دوسرا گروہ چھوٹے چھوٹے پمفلٹوں کی صورت شاعری چھاپ کر بسوں اور تعلیمی اداروں میں گا گا کر فروخت کرتے ہیں۔

## پینٹر شاعر:

اکثر پینٹر شاعرانہ ذوق کے حامل ہوتے ہیں جس کا ثبوت وہ گاڑیوں کو پینٹ اور ڈیکوریٹ کرتے وقت دیتے ہیں۔ آپ نے اکثر بسوں، ویگنوں کے اندر اور رکشوں کے پیچھے کبھی غالب یا اقبال کو بغلگیر ہوتے دیکھا ہوگا تو کبھی فیض اور جوش کو اور کبھی ایسے ذاتی اشعار بھی پڑھے ہوں گے جن کا ایک مصرعہ دوسرے مصرعے سے متفق نہیں ہوتا یہ سب کارنامے اور شاہکار پینٹرز کے ہوتے ہیں۔ اگر ان پینٹروں کے ہتھے ہوائی جہاز بھی چڑھ گیا تو یہ وہاں بھی اپنے فن کے جوہر دکھائیں گے اور شاعری کو نیا بین الاقوامی انداز دیں گے۔ پینٹر شاعروں کی اتنی خدمات کے برعکس آج تک کسی ادبی جائزے میں ان کا ذکر نہیں کیا گیا اور نہ ہی ایسی عوامی شاعری پر ان کو کوئی ایوارڈ دیا گیا ہے حالانکہ یہ لوگ تو اس قابل ہیں کہ ان پر تحقیقی مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ کرنا چاہئے۔ لیکن یہ صابر شاکر لوگ ان تمام حق تلفیوں کے باوجود شکوہ کناں ہوئے بغیر اپنے فرائض منصبی نہایت دیانتداری، محنت اور مہارت سے انجام دے رہے ہیں اور شاعری میں نت نئے تجربے کر رہے ہیں ایک شنید یہ بھی ہے کہ آزاد شاعری کے موجد بھی یہی لوگ ہیں۔

## آزاد شاعر:

یہ آزادی پسند ہوتے ہیں شاعری میں بھی کسی قسم کی پابندی کے قائل نہیں ہوتے نثری عبارتوں کو اوپر تلے مبہم انداز میں لکھ کر آزاد شاعری کا نام دیتے ہیں اور لہو لگا کر شہیدوں میں ملنے کی کوشش کرتے ہیں ان کو بھی ابھی تک باقاعدہ شاعر تسلیم نہیں کیا گیا بعض غضبناک بزرگ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ آزاد شاعری کرنے کا حق صرف اور



صرف پابند شاعری کرنے والوں کو ہونا چاہیے۔ لیکن ان کے غضب کے باوجود مارکیٹ آزاد شاعری کے مجموعوں سے بھری پڑی ہے اور کوئی طوفان نہیں ٹوٹا۔ جہاں تک سیل کی بات ہے تو یہ بھی پابند شاعری کی طرح ردی میں سیل ہو رہی ہے۔
یوں نتیجے کے لحاظ سے ان میں زیادہ فرق نہیں۔

## فوائد:

"نہیں ہے نکمی کوئی چیز زمانے میں" کے مصداق شاعروں کے بھی کچھ فوائد ہیں۔

☆ شاعر کے حال سے کسی بھی وقت ٹنوں کے حساب سے عبرت حاصل کی جاسکتی ہے۔

☆ شاعری سننے کے وعدے پر شاعر سے ہر کام کرا سکتے ہیں۔

☆ ضرورت کے وقت ان سے اپنی محبوبہ کا قصیدہ لکھوا کر عشق کے درجات بلند کئے جاسکتے ہیں۔

☆ شادی کے مواقع پر سہرا لکھوایا جاسکتا ہے اور بیگم کے مرنے پر قطعہ تاریخ وفات بھی لکھوا کر لوح مزار سجائی جاسکتی ہے۔

☆ شاعر کی موجودگی میں گھر میں چوکیدار کی قطعاً ضرورت نہیں۔

☆ شاعر گھر پر ہو تو کسی بھی وقت اس کی ردی جلا اور بیچ کر ہاتھ اور جیب گرم کیے جاسکتے ہیں۔

☆ کسی بھی دشمن پر شاعر کو مسلط کر کے اس سے بدلہ لے سکتے ہیں۔

☆ شاعروں کو ٹارچر سیلوں میں ملازمت دینے سے کم وقت میں آسانی سے مطلوبہ

مقاصد حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

☆ایک شاعر کو دوست بنا کر سب دوستوں پر رعب رکھا جا سکتا ہے۔

☆ضخیم شعری دیوان اچھے ہتھیار کا کام دے سکتا ہے۔

☆☆

## نقصانات:۔

☆ یہ گھر یا گھر سے باہر کا کوئی عملی کام نہ کر سکنے کے باعث والدین کی بدنامی کا باعث بنتے ہیں۔

☆ان کے اشعار بعض اوقات خاندان کی لڑائی کا باعث بنتے ہیں۔

☆ شاعر کے رات دیر تک جاگنے سے محلے والے خوامخواہ مشکوک ہو جاتے ہیں۔

☆ شاعر جہاں بھی رہتا ہے کباڑ خانہ قائم کر دیتا ہے۔

☆ گھر میں موجود کوئی بھی صاف کاغذ، حساب کتاب کی کاپیاں حتیٰ کہ ٹوائلٹ کی دیواریں اور بستر کی چادریں بھی اس کی مشقِ سخن سے محفوظ نہیں ہوتیں۔

☆ شاعر اور اس کے دوستوں کو چائے پلا پلا کر گھر کا بجٹ غیر متوازن ہو جاتا ہے۔

☆ شاعر زیادہ تر مالی طور پر تنگدست رہتے ہیں اس لیے اول تو کوئی لڑکی ان سے شادی پر تیار نہیں ہوتی اور اگر شادی ہو جائے تو تمام عمر روتی ہے۔

☆ اگر آپ کے حلقہء احباب میں کوئی شاعر ہے تو آپ کا موڈ ہو یا نہ ہو اس کی شاعری سے محظوظ ہونا ہی پڑے گا۔



# ادیب (نثر نگار)

## تعارف:۔

خود کو جینئس سمجھنے والا ایک کھسکا ہوا انسان جو اس خوش فہمی کا شکار ہوتا ہے کہ معاشرے کو بذریعہ قلم سدھار لے گا لیکن یہ بیچارہ خود کو بھی ساری عمر سدھار نہیں سکتا۔

## اسباب:۔

احساس کمتری یا کسی اور نفسیاتی مسئلے کی وجہ سے اچھا بھلا انسان ادیب بن جاتا ہے۔

## پہچان:۔

اس کی پہچان یہ ہے کہ بولتا بولتا سوچوں میں کھو جائے گا اور جب بولے گا تو آفاقی مسائل پر بات کرے گا لیکن بیچارے سے اس کے ذاتی مسائل بھی حل نہ ہو رہے ہوں گے۔

## نمایاں خصوصیات:۔

یہ اپنی تحریروں میں جس کا جو درس دے گا اس کی ذاتی زندگی اس کے بالکل برعکس گزر رہی ہوگی بعض منہ پھٹ اس کو منافق کہنے سے بھی نہیں چوکتے۔

## حلیہ:۔

ان کا کوئی مخصوص حلیہ نہیں ہر طرح کے حلیات (حلیہ کی جمع) میں پائے جاتے ہیں۔

## معاشرتی مقام:۔

ان کا معاشرتی مقام شاعروں کے پڑوس میں ''واقع'' ہوتا ہے۔

# اقسام:

## اصلی ادیب:۔

یہ عموماً متوسط طبقے سے تعلق رکھتے ہیں ان کا ابتدائی دور نہ صرف معاشی بلکہ معاشرتی طور پر بھی خاصا پر آشوب گزرتا ہے ہر عظیم آدمی کی طرح ان کو بھی ان کے اپنے گھر یا شہر میں نہیں سراہا جاتا حتیٰ کہ بعض اوقات ان کے پڑوسی تک ان کے ادبی مقام سے نابلد ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ ان کی توہین کے مرتکب بھی ہوتے رہتے ہیں لیکن ملک اور ملک سے باہر دور دراز حصوں میں لوگ ان کے گن گاتے ہیں کیونکہ ویسے بھی دور کے ڈھول سہانے ہوتے ہیں۔ یہ اپنی صلاحیتوں کی بدولت ایک نہ ایک دن معزز مقام حاصل کر کے دنیا والوں کی چھاتی پر مونگ دلنے میں کامیاب ہو ہی جاتے ہیں۔

## قزاق ادیب:۔

ان کے کئی گروہ ہیں کچھ پرانے رسائل کی تحریروں پر اپنی دکانداری چمکاتے ہیں جو زیادہ دلیر یا بیوقوف ہوتے ہیں وہ دوسروں کی تحریریں ہو بہو نقل کر لیتے ہیں بعض جو ذرا چالاک ہوتے ہیں وہ کرداروں کے نام اور تحریروں کا عنوان بدل دیتے ہیں بعض



تحریر نقل کرنے کے دوران جگہ جگہ اپنی طرف سے بھی کچھ مواد ٹھونس دیتے ہیں یوں ایسا مغلوبہ بنتا ہے کہ اگر تحریر ان کی نہیں بھی بنتی تو اصلی مصنف کی بھی نہیں رہتی بلاشبہ اس گروہ کو نقال ثابت کرنا از حد مشکل ہوتا ہے۔ مگر یہ ''ساجھے کی ہنڈیا'' کبھی نہ کبھی ''چوراہے'' ضرور پھوٹتی ہے۔

## طفیلئے ادیب:۔

یہ دوسروں کے کندھوں پر رکھ کر بندوق چلاتے ہیں ساری عمر دوسروں کی تحریروں کے انتخاب چھپواتے رہتے ہیں کوئی بھی کمرشل رسالہ، ڈائجسٹ یا اخبار اٹھائیں تو اشعار اقوال زریں، لطائف اور سوال و جواب وغیرہ کے کالموں میں براجمان ہونگے۔ اگر کوئی ان کا بڑا مضمون چھپا بھی ہوگا تو وہ کسی مذہبی، سائنسی و معلوماتی کتاب سے ماخوذ ہوگا بعض اوقات یہ دوسروں کا کلام یا مضامین بھی مرتب کر کے چھپواتے ہیں اور یوں صاحبِ کتاب کہلواتے ہیں انہی وجوہات کی بنا پر یہ اصلی ادیبوں سے زیادہ مشہور ہوتے ہیں۔ ان کا ایک گروہ تہواروں، عید ملن، میلوں، قومی دنوں اور معروف شخصیات کی برسیوں یا سالگرہوں کے لئے مختلف کتابوں سے مواد اخذ کر کے بھی مضامین لکھتا ہے اور اس طرح ادبی خیمے میں گھسنے کی کوشش کرتا ہے۔

## انعامی ادیب:۔

یہ صرف ریڈیو اور رسائل کے انعامی مقابلوں میں شرکت کرتے ہیں طریقہ واردات ان کا یوں ہے کہ کسی بھی سوال کا جواب یا پزل کا حل کئی مختلف انداز میں لکھ کر اپنے دوستوں، رشتہ داروں حتیٰ کہ شیر خوار بچوں تک کے ناموں سے بھجوا دیتے ہیں اور یوں کوئی نہ کوئی انعام بٹورنے میں کامیاب رہتے ہیں۔

## صحافی ادیب:۔

یہ وہ خوش نصیب ادیب ہوتے ہیں جن کے ہتھے کسی اخبار یا رسالے کی ملازمت چڑھ جاتی ہے۔ادیبوں کی یہ قسم ہمیشہ فائدے میں رہی ہے۔اس کو ادیبوں میں وہی مقام حاصل ہے جو پولیس میں تھانے دار کو اس کی دوستی دشمنی دونوں نقصان دہ ہیں۔
ادیبوں کی اس قسم کی چند ذیلی اقسام بھی ہیں۔

## فلمی صحافی:۔

یہ صحافیوں کی سب سے مقبول قسم ہے۔ہیروئنیں اتنا ہدایتکاروں فلمسازوں اور ہیروز کے پیچھے نہیں بھاگتیں جتنا ان کے پیچھے کہ یہ ان کو اپنے اخبار یا رسالے میں کوریج دیں یہی وجہ ہے کہ یہ صحافی عموماً راجہ اندر محسوس ہوتے ہیں۔محرم راز اندرونِ خانہ ہونے کے باعث بڑی بڑی نک چڑھی ہیروئنیں ان کو وقت دینے پر وقت دینے پر مجبور ہوتیں ہیں ان کی بدولت بعض اوقات بالکل غیر معروف اداکار اور اداکارائیں شہرت کی پہاڑیوں پر چڑھ جاتی ہیں فلموں کے موجودہ معیار (اگر وہ کوئی معیار رہے تو) کے ذمہ دار یہ لوگ بھی ہیں۔

## سیاسی صحافی:۔

یہ عموماً تجزیہ نگار یا کالم نویس ہوتے ہیں، کچھ کالم نویس چڑھتے سورج کے پجاری ہوتے ہیں بعض کالم نویس حکومت کے اور بعض اپوزیشن کے تنخواہ دار ہوتے ہیں یہ ہر دو اپنے مخالفین کے اچھے کاموں میں کیڑے نکالنے اور خامیوں کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔نقد حقِ خدمت کے علاوہ اچھی کارکردگی پر ان کو



بیرون ملک سیاسی وسرکاری دوروں میں بھی شریک کیا جاتا ہے۔

## بلیک میلر صحافی:۔

یہ صحافیوں کی گھٹیا ترین قسم ہے یہ ارباب اختیار، اہم مشہور شخصیات، اداکاروں اور مجرموں کے جرائم اور دیگر زیر زمین سرگرمیوں کے ثبوت حاصل کر کے ان کو افشاء نہ کرنے کا معاوضہ وصول کرتے ہیں۔بعض اعلیٰ درجے کے بلیک میلر پوری حکومت کو بلیک میل کرتے ہیں اور معاوضے کے طور پر گرانٹ اور اشتہار وغیرہ حاصل کرتے ہیں۔بعض اخبارات چلتے ہی صرف بلیک میلنگ پر ہیں۔

## فرضی صحافی:۔

یہ رقم یا تعلقات کے بل پر کسی غیر معروف یا ڈمی اخبار کا پریس کارڈ حاصل کر لیتے ہیں اور پھر ہر جگہ اس سے ناجائز فوائد اٹھاتے ہیں۔کبھی کوئی جرم کرتے پکڑے جائیں یا ٹریفک کی خلاف ورزی پر ان کو اگر روکا جائے تو پریس کارڈ کی دھمکی سے جان بچانے کوشش کرتے ہیں۔

## فحش نگار ادیب:۔

ادیبوں کی یہ سب سے گھٹیا اور سب سے مقبول قسم ہے ان کے تخلیق کردہ شاہکار آپ کو بڑے سے بڑے بکسٹالوں کے علاوہ چھوٹے سے چھوٹے پھٹوں اور فٹ پاتھ پر با آسانی مل جائیں گے۔بہت زیادہ قیمتوں کے باوجود یہ شاہکار سب سے زیادہ فروخت ہوتے ہیں جن کو پڑھ کر بچے جوان، جوان مریض اور بابے دوبارہ جوان ہو جاتے ہیں۔بکسٹالوں اور فٹ پاتھوں کے علاوہ یہ ہر پبلک لائبریری کے نچلے خانوں

میں بھی موجود ہوتے ہیں جو صرف مخصوص گاہکوں کو جاری کئے جاتے ہیں حکومت جو ارباب اختیار کے خلاف ایک لفظ شائع ہونے پر نہ صرف مذکورہ کتاب ضبط کرتی ہے بلکہ مصنف اور پبلشر کو بھی سرکاری مہمان بناتی ہے اس نے آج تک نہ ایسے کسی فحش نگار ادیب کو گرفتار کیا ہے نہ ہی کوئی ایسا چھاپہ خانہ سیل کیا ہے اور نہ کسی ایسے بک سنٹر کے کاروبار میں دخل اندازی کی گئی ہے ہاں کبھی کبھار اگر ہمارے جیسا کوئی ''شریف '' آدمی ایسی کتاب معلومات کے نقطہ نظر سے پڑھتا ہوا پکڑا جاتا ہے تو اس پر سارے قانونی تقاضے پورے کئے جاتے ہیں جس کے بعد وہ کتاب قانون کے محافظوں کے کام آتی ہے۔

## مبصر ادیب:۔

یہ لوگ ہر رسالے کے خطوط کے کالم میں دھڑلے سے موجود ہوتے ہیں یہ اپنے خط میں رسالے کی تحریروں پر ایسے گول مول انداز میں گھما پھرا کر تنقید کرتے ہیں کہ ایڈیٹر کا دماغ گھوم جاتا ہے لیکن ان کی بڑی تعداد اس ضمن میں وہی نسخہ استعمال کرتی ہے جو ''میبل'' پطرس بخاری صاحب کے ساتھ کیا کرتی تھی یعنی لفافے سے ہی مضمون کا اندازہ کرتے ہوئے فہرست دیکھ کر تبصرہ لکھ دیتے ہیں اور یوں لہو لگا کر شہیدوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔

## خوشامدی ادیب:۔

یہ عہدے دار اور دولت مند ادیبوں شاعروں کی تعریف میں مضامین لکھتے ہیں صرف اپنے شہر یا ضلع تک محدود شاعروں کو آفاقی شاعر تک کا لقب دینے سے گریز نہیں کرتے ۔مختلف معروف ادیبوں اور شاعروں کے اعزاز میں تقاریب منعقد کراتے



ہیں ۔ نئے شاعروں اور ادیبوں کی کتاب کی رونمائی کراتے ہیں اپنے علاقہ کی انتظامیہ کے عہدے داروں کو ان میں مہمان خصوصی بناتے ہیں اور خفیہ مقاصد پورے کرتے ہیں یہ اپنے شہر کے کسی نہ کسی استاد شاعر یا ادیب کے آستانے پر بھی وقتاً فوقتاً حاضری دیتے ہیں اور مختلف اقسام کا فیض حاصل کرتے ہیں چونکہ خوشامد کامیابی کا شارٹ کٹ ہے اس لئے ادب میں بھی ایسے لوگ جلد کامیاب ہو جاتے ہیں۔بعض ادیبوں کے بڑے بڑے رسائل میں نمایاں انداز میں چھپنے میں ان کی محنت سے زیادہ ان کے تعلقات اور خوشامدی خطوط بنام ایڈیٹر کا زیادہ دخل ہوتا ہے۔

## ٹھیکیدار ادیب:۔

بعض سینئر ادیب اپنے ہم عصر ادیبوں کی مخالفت میں کئی قسم کے چھوٹے بڑے ادیبوں کو ملا کر اپنا ادبی گروہ یا انجمن بنا لیتے ہیں اور جو، ان کے گروہ سے متعلق ہو جائیں وہ مستند شاعر ادیب ہو جاتے ہیں اور جو، ان کے ساتھ شامل نہ ہوں ان کا ادب ان کی نظر میں معتبر نہیں ہوتا۔ یہ اپنے متعلقین کو اپنے تعلقات کے بل بوتے پر میڈیا میں زیادہ سے زیادہ کوریج دلاتے ہیں کچھ اس کیلئے ذاتی اخبار یا رسالہ نکال لیتے ہیں جس میں اپنوں کو نوازا اور مخالفوں کو دھتکارا جاتا ہے ایسے مضامین چھاپے جاتے ہیں کہ ان کے گروہ کا ادنیٰ ترین رکن مخالف گروہ کے سرپرست اعلیٰ سے بھی اچھا شاعر اور ادیب قرار پاتا ہے۔

## فرضی ادیب:۔

یہ ٹھیکیدار ادیبوں کا چھوٹو ایڈیشن ہوتے ہیں بعض اوقات گنتی کے چند لوگ مل کر ڈیڑھ اینٹ کی ادبی مسجد الگ بنا لیتے ہیں یہ لوگ اکثر غیر ادیب ہوتے ہیں اور اگر کوئی

ادیب ہو بھی تو اس کی تحریریں کہیں چھپنے کے قابل نہیں ہوتیں۔ کبھی یہ دس بارہ تنظیموں کی داغ بیل ڈالتے ہیں جس کے تمام عہدیدار یہی لوگ عہدہ بدل بدل کر ہوتے ہیں زید کسی کا صدر ہوتا ہے تو کسی کا سیکریٹری، بکر کسی کا خزانچی ہے تو کسی کا نائب صدر۔ یہ لوگ ادبی مقابلے منعقد کراتے ہیں اور چند ادیبوں کو انعام اور ایوارڈ بھی دیتے ہیں لیکن اس میں بھی اندھے کی ریوڑیوں کے سنہرے اصول پر عمل کیا جاتا ہے اس کے بعد مقابلے میں آنے والی تحریریں جن کو یہ ضبط کر چکے ہوتے ہیں معمولی رد و بدل کے ساتھ اپنے ناموں سے چھپوا کر ہینگ پھٹکری لگائے بغیر چوکھے رنگ سے لطف اندوز ہوتے ہیں علاوہ ازیں یہ لوگ اخبارات اور رسائل میں تواتر سے اپنی خبریں اور رپورٹس لگاتے ہیں جن میں سے نصف سے زائد ان کے چشمِ تصور کا کمال ہوتی ہیں اور لوگوں کو اخبارات پڑھ کر علم ہوتا ہے کہ اتنی عظیم الشان تقریب ہو بھی گئی اور ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔ بعض اوقات ان لوگوں نے اپنی ہر تنظیم کو کسی نہ کسی طرح کے کام کیلئے مخصوص کیا ہوتا ہے کسی تنظیم کے ذمے کسی وی آئی پی کی وفات پر فرضی تعزیتی اجلاس منعقد کیا جانا اور رنج و غم کی قراردادیں پاس کرانا، کسی کے ذمے کسی اہم شخصیت کے گھر بچے کی پیدائش اور ختنوں پر مبارک باد دینا۔ کسی کے ذمہ حکومتی اداروں پر بیان داغنا، قوم کے درد سے بھرپور تجاویز پیش کرنا اور کسی کے ذمے فرضی ادبی اجلاس منعقد کرنا ہوتے ہیں۔

## نقاد ادیب:۔

یہ شعری اور ادبی تخلیقات کا پوسٹ مارٹم کرنے والی ایک ظالم مخلوق ہے ان کا جی چاہے تو اچھی سے اچھی تحریر کو ردی اور ردی سے ردی تحریر کو بلند پایہ ثابت کردیں۔ یہی نہیں



بلکہ چاہیں تو تحریر کے مصنف کی تحلیل نفسی کرکے مصنف کے بارے میں وہ تفصیلات بیان کردیں کہ وہ سب سے منہ چھپاتا پھرے۔ سمجھدار شاعر اور ادیب ان لوگوں سے بنا کر رکھتے ہیں۔

## پیشہ ور ادیب:۔

یہ بڑے بڑے ادیب ہوتے ہیں جو معاوضے پر لکھتے ہیں یہ عموماً ''آرڈر پر مال'' تیار کرتے ہیں اور منہ مانگے دام وصول کرتے ہیں۔ یہ ملک کے تمام مشہور رسائل میں موجود رہتے ہیں بعض اوقات ایک ہی رسالے میں ایک ہی ادیب دو تین مختلف ناموں سے بھی لکھتا ہے۔ بعض بڑے ادیبوں نے کئی چھوٹے موٹے ادیب ملازم بھی رکھے ہوتے ہیں۔

# فوائد:

☆ سکول کالج کے مضمون نویسی اور تقاریر وغیرہ کے مقابلوں کے لئے مضمون اور تقاریر لکھوائی جاسکتی ہیں۔

☆ محبوبہ کے نام پھڑکتا ہوا محبت نامہ لکھوایا جاسکتا ہے۔

☆ ادیب سے کتابیں اور رسائل لیے جاسکتے ہیں کبھی نہ واپس کرنے کے لئے۔

☆ ادیب کے ذریعے آپ کسی شخص کے ''کارناموں'' کو کہانی میں منظرِ عام پر لا کر سنگسار کرا سکتے ہیں۔

☆ ادیب کی موجودگی میں کم ہی مہمان ایک دن سے زیادہ قیام کرتے ہیں۔

☆ ادیب کی ردی شاعر کی ردی سے کئی گنا زیادہ ہونے کے باعث ایندھن کا آدھا خرچ بچا سکتی ہے۔

☆ چونکہ ادیب شاعر کی طرح اپنی تمام تحریر زبانی یاد نہیں رکھ سکتا اس لیے آپ اس کی تحریر کے شر سے محفوظ رہتے ہیں۔

## نقصانات:

☆ ادیب کو راز دار بنانے کی صورت میں آپ کے ذاتی معاملات رسائل میں چھپ کر لوگوں کی دلچسپی کا سامان کر سکتے ہیں۔

☆ اگر آپ کی محبوبہ کو علم ہو جائے کہ آپ خط کہاں سے لکھواتے ہیں تو آپ محبوبہ سے ہاتھ دھو سکتے ہیں۔

☆ ادیب سے دوستی کی صورت میں آپ کو وقتاً فوقتاً اسے ادھار بھی دینا پڑے گا۔

☆ ادیب سے شادی کا رسک جو بھی لے گی اسے گھر کا خرچ بھی چلانا پڑے گا۔

تو یہ ہے رائٹروں کا کچا چٹھا۔ اسے پڑھتے ہوئے کبھی آپ کو میری صورت نظر آئی ہو گی تو کبھی اپنی یا کسی دوست کی بہر حال ہنستے ہوئے گزر جائیے کہ اگر رائٹروں کے بارے میں باقی تفصیل بھی لکھوں تو ضخیم مقالہ تیار ہو سکتا ہے جس پر ممکن ہے احمقستان یونیورسٹی ہمیں پی ایچ ڈی کی اعزازی ڈگری بھی دے دے مگر ایسی صورت میں ہماری جان کو بھی خطرہ لاحق ہو سکتا ہے سو اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ ہمیں انہی ادبی مگرمچھوں کے درمیان اسی ادبی دریا میں رہنا ہے۔ (۱۹۹۴ء)

☆☆☆☆☆☆☆



# آنجہانی شاعری

## (تبصرہ و تعارف کتاب)

جب ہمیں ''آنجہانی شاعری'' نامی کتاب موصول ہوئی تو ہمیں مؤلف کی انتہا پسندی پر حیرت ہوئی۔ اسے اگر غصہ آ ہی گیا تھا تو اس خوفناک ترکیب کی بجائے ''انتقامی شاعری'' کے نام سے بھی کتاب چھاپ سکتا تھا۔ مگر کتاب شروع کرتے ہی ہمارے خیالات بدلنے لگے اور جب ہم نے کتاب ختم کر لی تو مؤلف کے ہم خیال ہو چکے تھے۔ مؤلف نے اس کتاب میں ایسی شاعری جمع کی ہے جو دائرہ اخلاق سمیت ہر قسم کے دائروں سے باہر ہے۔ اس پر نہ کوئی قانون لاگو ہوتا ہے نہ حد۔ اسی لئے اسے آنجہانی شاعری کا نام دیا گیا ہے۔ تفصیل میں جانے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس دیگ میں سے چند چاول چکھا دیے جائیں تا کہ آپ کو حالات کی سنگینی کا اندازہ ہو سکے۔

مولیاں ترے روبرو رکھتے
تجھے ہر دم بے وضو رکھتے

تجھے چھپ چھپ کر تاڑتے
نظریں ہمیشہ بے وضو رکھتے

☆☆

تو ہے کہ مجھے دور سے کرتی ہے اشارے
میں ہوں کہ تجھے پاس سے کرتا ہوں اشارے

☆☆

اس مہرباں کی نظر عنایت کا شکریہ
تحفہ دیا ہے عید پر ہم کو ''فراک'' کا

☆☆

میں نے کہا کارساز ہے خدا
اس نے کہا پھر رشوت ہے کیا؟
میں نے کہا مشکل کشا ہے خدا
اس نے کہا پھر سفارش ہے کیا؟

☆☆

میرے دل میں تم ہی سے روشنی ہے
پیار کے وولٹیج کبھی کم نہ کرنا

☆☆

امید ہے کہ آپ کے ہوش ٹھکانے آگئے ہوں گے اگر بالفرض ایسا نہیں بھی ہوا تو حصّہ غزل سے صرف چار نمونے اس سلسلے میں مددگار ہوں گے۔ پہلے ملاحظہ کیجیے علامتی غزل.....



وصال لمحے وبال لمحے
سرف سے سارے اجال لمحے
وبا جو پھوٹی ابال لمحے
ہوئی ہے شادی جنجال لمحے
جواب صدیاں سوال لمحے
پھاڑ کیلنڈر اچھال لمحے
پکڑ لیا خط زوال لمحے
جو ٹانگیں ٹوٹیں نڈھال لمحے
جو ڈش پر دیکھو کمال لمحے
ملے گی ریشم خیال لمحے
نہ بھاگ جائیں سنبھال لمحے

دوسری غزل دیکھئے جو کہ پہلی کے برعکس سراسر ملامتی ہے اور روایت کے منہ پر ایک زناٹے دار تھپڑ سے کم نہیں....

کس کی جیب میں پیسہ بچا ہے
ہمارے کھیسے میں آنہ بچا ہے
مٹیاریں ، منہ چھپائے رو رہی ہیں
نگر میں ایک ہی . منڈا بچا ہے
وہ کھانا بانٹ کر کہنے لگا
تمہارے واسطے بھوسہ بچا ہے
وہ جس میں رہ گیا ہے مچھر پھنس کر

برفی کا وہی ٹکڑا بچا ہے
اندھی آنکھوں سے چلتے جا رہے ہیں
کب سیاست سے کوئی بچا ہے
لڑے گا آخر کس طرح بیگم سے
شوہر تو اب بالکل تیلا بچا ہے
بنک تو لوٹ لائے تھے ڈاکو
ہر دم تھانے کا دھڑکا بچا ہے

تیسری غزل بالکل وارداتی ہے ملاحظہ کیجئے....

کتنی مشکل ہے رپٹ لکھانے کے لئے
ٹیکس دینا پڑتا ہے پورے تھانے کے لئے
ڈیڑھ سو صفحات کا الفت نامہ جب اس کو دیا
''خوب ردی ہے'' وہ بول اٹھی ''جلانے کے لئے''
پاس آ کے بھی تجھے چھو نہیں سکتے
ڈاکٹر بننا ہے یہ حسرت مٹانے کے لئے
دل بدلنا آپریشن کے سوا ممکن نہیں
ڈاکٹر بولے یہ عاشق کو بتانے کے لئے
ہم نے ایک لڑکی کو چھیڑا تو سبھی رقیب
بھائی اس کے بن گئے پھینٹی لگانے کے لئے

چوتھی غزل کچھ کچھ لاابالی سی ہے۔ ذرا دیکھئے......

یہ رستے میں کس سے ملاقات کرلی



کہاں مر گئے تھے بڑی رات کرلی
شب غم کبھی در کو اٹھ کے دیکھا
کبھی ان کی ہمشیر سے بات کرلی
ہم اہل سکوں کا ٹھکانا نہ پوچھو
کہیں بل نکالا کہیں ''لات'' کرلی
یکایک اپنے گھر ان کو مہماں بنا کر
بلا چاند کے چاندنی رات کرلی

آپ نے دیکھا کہ شاعری کا قیمہ اس صفائی سے بنایا گیا ہے کہ تمام اصول وقواعد کا کشت وخون ہوگیا ہے۔ دو نمبر خیالات کے چھیچھڑے بھی نظر بچا کر شامل کر لئے گئے ہیں اور لایعنی تشبیہات واستعارات کی ہڈیاں بھی ساتھ تول دی گئی ہیں۔ مزید غزل کا تنگ وچست جامہ لیرولیر کرکے غزل کو بے لباس کردیا گیا ہے اور ادب میں فحاشی پھیلانے کی جسارت کی گئی ہے۔

حصۂ نظم اس سے بھی زیادہ ''زرخیز'' ہے۔ چند نمونے دیکھئے امید ہے مزاج درست ہوجائیں گے سب سے پہلے ملاحظہ کیجئے نظم **''سفید جھوٹ''**

برتن نہ دھونے پر
بیگم سے پٹ کر
میں ڈاکٹر کے پاس جارہا تھا کہ اچانک
مجھے رکنا پڑا
ایک عالیشان گھر کے باہر
لوگوں کا سمندر موجزن تھا

تجسس سے مجبور ہو کر
بھیڑ کو چیرتا میں بھی آگے بڑھا
حیرت زدہ چہروں کے درمیان سے
راستہ بناتا جب اندر پہنچا
تو ٹھٹک گیا فرطِ حیرت سے
کہ وہاں ایک ماڈرن خاتون
چولہے کے نزدیک بیٹھی
ہانڈی پکانے کے دوران
اپنی ساس کی
جوئیں نکال رہی تھی

اب لگے ہاتھوں ''**مصروفیت**'' کو بھی دیکھ لیں.....

جاناں!
میں بہت مصروف ہوں
میرے پاس وقت نہیں
اتنا بھی
کہ اتنا تو ٹھہر جاؤں
تیرے نرم ہاتھوں کو
اتنا تو وقت مل جائے
کہ وہ زندگی دے دیں
ایسی مار پیٹ کو



تیری پیاری گالیوں سے
جس کی ابتدا ہوئی ہے
میرے پاس وقت نہیں
میرے پاس وقت نہیں

اور اب آزاد نظم میں ایک ہولناک تجربہ دیکھئے نظم کا عنوان ہے۔ ''**جانِ من**''

اپنی آنکھوں کے جنریٹر چلا دے
کہ میں ان کی بجلی سے
دل کی گلیاں جگمگانا چاہتا ہوں
اپنے حسن سے بے رخی کی پلیٹ ہٹا دے
کہ اس پلازے پر میں
پیار کا سائن بورڈ لگانا چاہتا ہوں
اپنی آنکھوں کی کھڑکیاں کھول دے
کہ میں ان کے سامنے بیٹھ کر
پیار کی دھوپ سینکنا چاہتا ہوں
اپنے رخ سے نقاب ہٹا دے
کہ میں اس ملاوٹ کے دور میں
کچھ خالص چیزیں دیکھنا چاہتا ہوں
اپنے بالوں سے کلپ کو ہٹا دے
کہ میں ان اندھیرے جنگلوں میں
جان بوجھ کر بھٹکنا چاہتا ہوں

اپنی آنکھوں کے سگنل سبز کر دے
کہ میں پلکوں کی سڑک سے
اپنے پیار کی ٹریفک گزارنا چاہتا ہوں
اپنے کانوں سے ہیڈ فون اتار لے
کہ میں گلے کے واک مین سے
تمہیں پیار کے گیت سنانا چاہتا ہوں
اپنے لبوں سے پہرے اٹھا دے
کہ میں ان مرتبانوں سے
پیار کی شہد چاٹنا چاہتا ہوں

ملاحظہ فرمایا آپ نے ادب کو کس طرح ہاتھ میں لیا گیا ہے۔ اس کے پیچھے ادب دشمن جوش و جذبہ ہے جس سے ادب کا کریا کرم بڑی آسانی سے ہو جائے گا اگر شاعروں کی غیرت کو یونہی ضرورت سے زیادہ للکارا جاتا رہا تو نتائج افسوس ناک بھی برآمد ہو سکتے ہیں۔ نجانے لوگوں کو ایسی خرافات پر شاعری کی تہمت لگاتے ہوئے خوف خدا کیوں نہیں آتا اور انہیں کیوں بھول جاتا ہے کہ ہم اپنے اعمال سے زندگی کے صندوق کو بھرنے میں مصروف ہیں۔ مؤلف نے اس کتاب میں کچھ گیتوں کی بھی عزت افزائی فرمائی ہے۔ ایک گیت دیکھئے......

لوٹنے والے تو نے دیر کر دی بہت
ہاں دیر کر دی بہت
جن راہوں پر تیرے لئے — ہاں تیرے لئے
پھول بچھے رہتے تھے — آنچل مہکتے تھے



نغمے سجتے تھے — نین برستے تھے
اب وہاں سناٹا ہے — منہ پر ڈھاٹا ہے
لوٹنے والے تو نے دیر کر دی بہت
ہاں دیر کر دی بہت
میرے ظالم بھائیوں نے — پھوپی تائیوں نے
ان راہوں پر — ان بانہوں پر
بٹھا دیا پہرا — پنجرا سنہرا
لوٹنے والے تو نے دیر کر دی بہت
ہاں دیر کر دی بہت

مئولف نے بعض انگریزی نظموں کو بھی آنجہانی کا درجہ دیتے ہوئے کتاب میں شامل کیا ہے طوالت سے بچنے کے لئے صرف ایک نظم دیکھتے ہیں......

Dumb can cry
Ice can fry
Rivers can dry
Stones can sigh
Mountains can fly
You can forget my loan
But never can I

یہ درست ہے کہ He Locked up a very bitter reality in this poem.

لیکن اس کے لئے جمالیاتی قدروں کا جو قتل عام کیا گیا ہے وہ ہرگز قابل معافی

نہیں اور شائد اسی چیز نے اسے آنجہانی شاعری کا درجہ دیا ہے۔

مجموعی طور پر یہ کتاب، کتاب نہیں تازیانہ عبرت ہے اس کے باوجود اطلاع ملی ہے کہ اس کتاب کا چھٹا ایڈیشن ختم ہونے کو ہے اسی سے اپنی قوم کے معیار اور ''مردہ پرستی'' کا اندازہ لگالیں۔ (۱۹۹۹ء)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

# شاعری اور معاشرہ

آدمی جب پیار کے ضمنی اثرات Side effects یعنی آرزوؤں اور حسرتوں سے مالا مال ہو جاتا ہے تو بیچارہ دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے جو کسی کو اپنا حال عرض کرتا ہے تو اس پر اشعار کی تہمت لگا دیتا ہے۔ حالانکہ اس میں اس بیچارے کا کوئی قصور یا کمال نہیں ہوتا وہ تو مجبور ہوتا ہے اپنے اندر کے موسم کی خرابی کی بنا پر۔ یہ حادثہ چونکہ تقریباً ہر آدمی کے ساتھ ہوتا ہے لہٰذا معاشرے میں ''افراط شاعر اور شر'' پیدا ہو جاتا ہے۔ شاعری کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے سدباب کے لئے تنقیدی بند کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ کارآمد معاشرے کے قیام کے لئے عوامل کی تلاش اور ان کا خاتمہ ناگزیر ہے ورنہ وہ عبرت ناک دور بھی آسکتا ہے کہ ہر انسان کی مادری زبان شاعری ہو۔ تصور کیجئے کیسی خوفناک صورت حال ہوگی جب لوگوں کے گھر انسانوں کی بجائے شاعر پیدا ہوں گے پھر ہر طرف علم حکمت کے سمندر بہیں گے کاروبار حیات کی کھیتیاں خشک ہو جائیں گی۔

☆☆☆☆☆



# ادبی اجلاس

(ایک بہت بڑے پلاٹ پر اوپن ائر میں ایک ادبی اجلاس شروع ہونے والا ہے۔ ایک طرف سٹیج ہے جس پر کرسیوں پر کچھ لوگ بیٹھے ہیں نیچے دریاں ہیں جن پر آگے شعراء ادباء اور پیچھے گھیر گھار کر لائے گئے سامعین کی بڑی تعداد موجود ہے چاروں طرف انتظامیہ کے افراد سخت پہرے اور نگرانی کے انداز میں کھڑے ہیں۔)

کمپیئر:۔ خواتین وحضرات! بزم تخریب ادب کے زیر انہدام اس یتیم الشان ادبی محفل میں بادل صحرائی بجلی پوری پورے زور سے کڑکتے ہوئے آپ کو خوش آمدید کہنے کی حماقت عالیہ کا مرتکب ہونے کی جسارت کر رہا ہے۔ امید ہے کہ آپ ہمیشہ کی طرح آج بھی کانوں میں روئی دے کر پرامن طریقے سے تشریف فرما رہیں گے اور ہمیں ہماری حماقت کا احساس نہیں دلائیں گے۔ آپ کی تشریف فرمائی کے لئے آج ہنگامی طور پر مسجد سے دریاں وغیرہ منگوا کر کام چلایا گیا ہے امید ہے کہ آپ ان دریوں کے تقدس کا خیال رکھیں گے اور ان کرسیوں کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے

نہیں دیکھیں گے جو ہم نے گھر گھر مانگ تانگ کر.... ذخیرہ کی ہیں جن پر وہ معززین
تشریف فرما ہیں جنہوں نے اس تقریب کے لئے رقومات دی ہیں اس وضاحت کے
بعد امید ہے کہ آپ کو اعتراض نہیں ہوگا کہ ان معززین کا ادب سے کوئی تعلق نہیں
کیونکہ ادب سے ان کا بڑا تعلق ان کی ادب کی سرپرستی ہے جس کی بنا پر آپ جیسے نام
نہاد شعراء وادباء کو سٹیج کی شکل دیکھنا نصیب ہوتی ہے گھر میں آپ کو پوچھتا کون ہے
خصوصاً جبکہ آپ کی جیب میں بھی الو بولا کرتے ہیں۔ اس لئے آپ سب کی طرف سے
میں ان معززین کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں (تالیاں...)

تقریب کے باقاعدہ آغاز سے قبل میں معززین کا تعارف کرادوں۔ صدارت کی
سب سے اونچی کرسی پر جو صاحب زبردستی براجمان ہو چکے ہیں وہ طیفا چنے والا ہیں
موصوف اپنی موٹی توند اور جیب کی بدولت ملک کے ہمہ قسم کے جلسوں کی صدارت
فرما چکے ہیں آج بھی دیگر لوگ ان کے تجربے سے مار کھا کر دوسری کرسیوں پر بیٹھنے
پر مجبور ہوگئے ہیں۔ ان کے ساتھ والی مہمانان خصوصی کی کرسیوں پر قبضہ جمانے
والے صاحبان نشتر خان پھل فروش، لٹھ مار انڈے والا اور قدیم کباڑیا ہیں ان
صاحبان نے ''آلات داد'' کے سلسلے میں ''بے پناہ'' تعاون کیا ہے بدقسمتی سے یہ تین
مختلف مکاتب فکر کے ادبی گروپس کے ایجنٹ بھی ہیں اس وجہ سے کبھی ایک معاملے پر
متفق نہیں ہوتے۔ باقی صاحبان رپورٹنگ، وڈیو پبلسٹی، ڈرنکس اور قیام وطعام کے
اخراجات برداشت کرنے کی پاداش میں کرسیوں پر براجمان ہیں۔ امید ہے آپ
محسوس نہیں کریں گے کیونکہ یہ خاکسار بھی بغیر کسی فیس کے کڑک رہا ہے۔

اب تقریب کا باقاعدہ آغاز کرتے ہیں..... سب سے پہلے میں حاضر کروں گا
معروف افسانہ نگار جناب تنکا توندوی کو جو اپنے علامتی افسانے ''اداس ماچسیں''



کے نام پر آپ کی سماعتوں میں تیلیاں پھیریں گے۔

تنکا توندوی: ''وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کب اور کیوں پیدا ہوا جب اسے علم ہوا تو وہ پیدا
ہو چکا تھا اس کی مرضی بھی معلوم نہیں کی گئی تھی کہ آیا تم پیدا ہونا بھی چاہتے ہو کہ نہیں
اور پیدا ہونا چاہتے ہو تو کہاں..... بہرحال اب تو احتجاج بے سود تھا۔ جب وہ اچھی
طرح پیدا ہو چکا تو اس نے خود کو ماچس کی ایک فیکٹری میں پایا۔ کام کے بعد وہ اسی
فیکٹری میں سوجاتا تھا کبھی کبھی تو اسے یوں لگتا تھا کہ یہ دنیا ایک بہت بڑی ماچس ہو
جس کی وہ ایک حقیر سی تیلی ہو لیکن اس تیلی پر کسی نے پانی ڈال دیا تھا اس لئے وہ
صرف سلگ سکتا تھا جل نہ سکتا تھا لیکن ایک دفعہ یونین لیڈر کی دھوپ سے اس کا
مسالہ سوکھ گیا اور نعروں نے اسے آگ لگا دی۔ اس کے بعد اس نے تیلی کی طرح
اپنے پورے وجود کو جلتے ہوئے پایا اسے یوں لگا جیسے آج دنیا کی ماچس میں اتنی
آگ لگے گی کہ کچھ نہ بچے گا یا پھر مزدوروں کو ان کے حقوق مل جائیں گے مگر
دوسرے ہی دن یونین لیڈر نے پھر ورکروں کی تیلیوں پر پانی ڈال دیا بعد میں اسے
معلوم ہوا کہ سیٹھ تیلی نے لیڈر کو مزید مراعات کا مسالہ لگا دیا ہے یہ خبر سنتے ہی ساری
ورکر تیلیاں اداس ہوگئیں ان کی یہ اداسی پھیل کر فیکٹری کے در و دیوار پر چھا گئی
ورکروں کے بیمار نحیف اور محروم بچوں کو دیکھ دیکھ کر فیکٹری کی ساری ماچسیں اداس ہو
گئیں حتیٰ کہ اس اداسی نے ایک دن سیٹھ تیلی کو بھی بجھا دیا۔'' شکریہ (تالیاں)

کمپیئر: آپ نے تنکا توندوی کا علامتی افسانہ سنا جسے ملامتی کہنے میں بھی کوئی حرج
نہیں۔ کیا آپ میں سے کوئی اس پر اظہار خیال کرے گا؟ میں اتنی دیر میں نیند پوری
کرلوں جو یہ افسانہ سن کر مجھے آرہی ہے۔

احمق باتونی: (کھڑے ہوکر) افسانہ بہت اچھا ہے لیکن اگر ماچسوں کے ساتھ

سگریٹ ہوتی تو شائد ماچسوں کی تنہائی اور اداسی دور ہو جاتی۔

پھڈے باز:۔ اگر ماچس کی ایک تیلی ''اداس ماچسیں'' کے مسودے کو دکھا دی جائے تو یہ اردو ادب پر احسان عظیم ہوگا۔ (حاضرین نے اس بے مثل تجویز کا تیلیاں جلا جلا کر خیر مقدم کیا.... یہ دیکھ کر تنکا تو ندوی نشست سے واک آؤٹ کر گئے تو نشتر خان انہیں ایک سگریٹ پلا کر واپس لے آئے)

ضمیر لاشعوری:۔ یہ افسانہ حالات وواقعات کی نہایت مضبوط ساخیات پر استوار ہوا ہے اور اس کے پس ساخیاتی پس منظر میں معاشی ناہمواریوں ،سماجی استحصال اور عدم مساوات کو نہایت معقول جدلیاتی طریقے سے تمثیل کیا گیا ہے جو شعور سے لاشعور تک رسائی کر لیتا ہے۔

کمپیئر:۔ اس سے پہلے کہ تنکا تو ندوی صاحب کی ساری ماچس جلا دی جائے میں دعوت دیتا ہوں فارغ خان بیکار کو کہ اپنی علامتی نظم سنائیں۔ علامتی نظم کی اصطلاح ابھی اردو ادب میں نئی ہے مگر ان کی نظم سننے کے بعد آپ کو اس اصطلاح کی سمجھ آ جائے گی۔

فارغ خان بیکار:۔ میری نظم کا عنوان ہے ''**روایت**'' ،لیکن یہ اسم بے مسمیٰ ہے یعنی روایت سے بالکل روگرداں۔

آج کی بات نہیں بیٹے
صدیوں سے ہماری نسل میں
روایت شکن پیدا نہ ہوا
نسل در نسل
ہم نے گلے پڑا ڈھول بجایا



دن رات مصیبت جھیلی
منہ سے اف نہ کی
جو حکم ہوا.....مانا
پھر بھی بیٹا
مانتے رہیں گے
بیوی کے آگے سر نہ اٹھائیں گے
نہیں تو برادری والے
تھو تھو کریں گے
بچے!
یہی ہمارے نصیب میں لکھا ہے
پر بیٹا!
جورو سے بغاوت کی
یہ الٹی سیدھی باتیں
تجھے کس نے سکھائیں
صبر کر بیٹا صبر.....
(تالیاں...)

کمپیئر:۔ نام نہاد نظم آپ نے سنی اب آپ کو اس پر حملے کی پوری اجازت ہے میں اتنی دیر میں کلی کر آؤں۔

بدتمیز لنگوٹیا:۔ اس قسم کی نظمیں پوری قوم کو زن مریدی کے تاریک کنوئیں کی طرف ہانکنے کی ایک صیہونی سازش ہے،ہم اس کی بھرپور مذمت کرتے ہیں چونکہ شاعر کی یہ

پہلی غلطی ہے اس لئے اسے صرف تنبیہ کی جاتی ہے آئندہ ایسی کوشش پر راست اقدام کیا جائے گا۔

شریر ناصح:۔شاعر داد کا مستحق ہے کہ اس نے ایک تلخ حقیقت کو بغیر کسی لگی لپٹی کے بیان کر دیا ہے زن مریدی کا یہ تسلسل جب قائم ہے تو اس کے اظہار پر پابندی کیوں؟ پابندی کا مطالبہ کرنے والوں کے اپنے زخم چھل گئے ہیں ان کو بات کرنے سے پہلے اپنے گریبان میں ضرور جھانکنا چاہئے۔

نستعلیق بھائی:۔نظم کو سطحی نظر سے دیکھ کر رائے قائم کرنے کی بجائے گہرائی میں جانا چاہئے اس میں مایوسی کی طویل رات کے بعد امید کے سورج کی نشان دہی کی گئی ہے جو نظم کے آخری حصے میں زن مریدی سے بغاوت کی نشان دہی کرتی ہے۔میرے بھائیو حق کی آواز پر کان دھرو اور اپنے حقوق پہچانو اب تمہارا دور آنے والا ہے۔

کمپیئر:۔افسوس کہ میں آپ کا ''ہم کرب'' نہیں ہوسکتا کہ ابھی تک آزاد پھرتا ہوں اسی خوشی میں اب آپ کو ایک کہانی سناتے ہیں عاشق صحرائی ۔۔ لیکن شرط یہ ہے کہ کہانی کے دوران میرے علاوہ کوئی نہ سوئے اور نہ صدر اور دیگر معززین کی نیند خراب کی جائے۔

عاشق صحرائی:۔وہ آج ایک عجیب دوراہے پر کھڑا تھا وہ بے حد پریشان تھا حالانکہ اسے علم ہونا چاہئے تھا کہ ہر عاشق کبھی نہ کبھی وصل و ہجر کے دوراہے پر ضرور مصلوب ہوتا ہے۔ایک طرف اس کا کیریئر تھا جو امریکی گرین کارڈ کی صورت میں آنکھیں مار رہا تھا اور دوسری طرف سرمایہ حیات دل و جان کی مالک محبوبہ دلنواز تھی جس کی آنکھیں گلیسرین کے تعاون سے مسلسل برس رہی تھیں اور اب تو ان سے گھر کے ڈوبنے کا خطرہ پیدا ہو چلا تھا۔فیصلہ.....مگر اسے فیصلہ تو کرنا ہی تھا اس نے اپنی جان



سے بات کرنے کا فیصلہ کیا۔اس نے ایک قیمتی سوٹ خریدا اور درجاناں پہنچ گیا۔آنسوؤں کے تبادلے میں باہمی مذاکرات کی نوبت کم ہی آئی لیکن پھر بھی وہ اسے قائل کرنے میں کامیاب ہو گیا کہ اس کا جانا ضروری ہے اور یہ کہ وہ اس کا انتظار کرے.....اس کی روانگی والے دن وہ اس کا دیا ہوا سوٹ پہن کر آئی اور وہ اس کی تصویر کو دل میں محفوظ کرتا ہوا روانہ ہو گیا۔

آج عرصے بعد وہ واپس آرہا تھا وہ دیار غیر میں جا کر اسے بھولا نہیں تھا مگر رابطہ بھی نہیں رکھ سکا تھا پہلا حق تو پڑوسیوں کا ہوتا ہے لیکن یہ کیا.....اس کے ٹوٹل ارمانوں پر ڈی ڈی ٹی کا سپرے ہو گیا جب اسے پتا چلا کہ اس کی محبوبہ دلنواز تو مکان چھوڑ کر چلی گئی ہے۔اف.....اب وہ اسے کہاں تلاش کرے۔گگن میں یا زمین پر۔وہ روز کار لے کر نکلتا اور شہر بھر کی خاک چھانتا پھرتا۔سڑکیں، پارک دفاتر حتیٰ کہ ہسپتال تک دیکھ ڈالے مگر ناکام و نامراد رہا۔

اس کی امید کے ساتھ ساتھ چہرے کی لائٹیں بھی ڈم ہو چکی تھیں مگر دلنواز کا کوئی سراغ نہ مل سکا تھا۔اس دن وہ ایک مارکیٹ گردی میں مصروف تھا جب اس کے سارے وولٹیج پورے ہو گئے اور تمام لائٹیں فل روشنی دینے لگیں۔اس نے منزل کی جھلک دیکھ لی تھی وہ کچھ دور سڑک پر جا رہی تھی اس نے اپنے آپ کو چادر میں کیموفلاج بھی کیا ہوا تھا مگر اس کی آنکھیں کیسے دھوکا کھا سکتی تھیں اس نے وہی سوٹ پہنا ہوا تھا جو اس نے روانگی سے قبل اسے دیا تھا آخری تحفہ.....وہ اس سوٹ کو بھلا کیسے بھول سکتا تھا۔اس نے آخری بار اسی سوٹ میں تو اسے دیکھا تھا اور اب تک اس کی آنکھوں میں وہ تصویر تازہ تھی۔

وہ جتنی تیزی سے گیا تھا اتنی ہی تیزی سے ٹھٹکا۔اس کے وولٹیج پھر کم ہونے لگے

اس کے تحفے میں ملبوس دلنواز نہیں بلکہ اس کی ملازمہ نازنین تھی۔نازنین نے اسے بتایا کہ دلنواز نے شادی کے بعد یہ سوٹ اسے دے دیا تھا۔توہین......اس کی کنپٹیاں سلگ اٹھیں۔اس نے نہ صرف میری توہین کی بلکہ میرے تحفے کی بھی،اب میں اس کی توہین کروں گا وہ چلایا....میں اس کی ملازمہ سے شادی کرلوں گا۔

(مچھروں کے باعث جو چند لوگ سونہیں سکے تھے ان کے تالیاں بجانے سے دیگر لوگ بھی جاگ گئے۔اور صدر محترم کرسی صدارت سے گرتے گرتے بچے۔کمپیئر صاحب پھر بھی نہ جاگے ان کے سر پر کلیاتِ پطرس کی آزمائش کی گئی تو نتیجہ سو فیصد نکلا)

کمپیئر:۔میرے خیال میں اس کہانی پر اس سے بہتر تبصرہ ممکن نہیں جو اکثریت نے سو کر کیا میں.....

مشیر گفتاری:۔You are rat لیکن میں نابالغ مصنف کو یہ مشورہ ضرور دوں گا کہ کہانی اور سٹوری میں جو باریک سا فرق ہے اسے ضرور ملحوظ رکھے۔ایک دو لطیفے ڈالنے سے یہ کہانی مزاحیہ بھی ہوسکتی تھی۔

آوارہ صحرائی:۔میرے خیال میں مصنف مبارک باد کا مستحق ہے جس نے ہیرو کی شادی ہیروئن کی ملازمہ سے کرا کر نہ صرف کہانی بلکہ عشق کے کینوس کو وسیع کر دیا ہے اب کوئی محروم نہیں رہے گا۔

کمپیئر:۔حاضرین وناظرین!آپ کی ڈاؤن بیٹریوں کو معمول پر لانے کے لئے چائے کا وقفہ کیا جاتا ہے لیکن معذرت کے ساتھ عرض کروں گا کہ چائے آپ کو ایش ٹرے میں سروکی جائے گی کیونکہ کچھ دیر پہلے رکھی جانے والی پیالیوں میں تو آپ سگریٹ بجھا چکے ہیں۔



☆☆

کمپیئر:۔چائے پینے سے آپ کی قوت برداشت یقیناً بڑھ گئی ہوگی۔مجھے نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ بھرپور نگرانی کے باوجود کچھ حاضرین فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے ہیں حالانکہ ان سے طے ہوا تھا کہ وہ پوری تقریب سن کر جائیں گے۔بہرحال معاوضے میں سے کٹوتی کر لی جائے گی۔اب مرحلہ ہے گروپ ڈسکشن کا اور اس کا موضوع ہے

''شاعری میں آزاد نظم کی وبا اور اس کے مضر اثرات۔''

بول لو جو بولنا ہے.....

آفت شراتی:۔جو شخص شاعری کے وزن اور بحر سے نابلد ہوتا ہے وہ آزاد نظموں کا لہو لگا کر شاعری کے شہیدوں میں ملنے کی کوشش کرتا ہے یہ ہرگز صحت مند رجحان نہیں اسے حفاظتی ٹیکے لگوانے چاہئیں۔

وحشت جنگل پوری:۔اول تو ہونا یہ چاہئے کہ آزاد شاعری پر مکمل پابندی لگادی جائے اگر یہ مشکل ہو تو صرف مستند پابند شاعری کرنے والوں کو محدود پیمانے پر مشروط اجازت دی جائے یعنی اس کی غزلوں اور آزاد نظموں کا تناسب زیادہ سے زیادہ بالترتیب دس اور ایک ہو۔خلاف ورزی پر ہمعصر شعراء کی آزاد شاعری سنوائی جائے۔

نشتر پھل والا:۔میں آپ کو ایک عجیب بات بتاؤں میرا بیٹا کئی روز سے اپنے لکھے ہوئے ہوم ورک کے اوراق عموداً دو حصوں میں پھاڑ پھاڑ کر آزاد شاعری کے ڈھیر لگانے میں مصروف ہے حالانکہ ابھی اس کی عمر دس برس ہے۔

پریشان حیرانی:۔لیکن میری اس دوسو آزاد نظموں والی کتاب کا کیا ہوگا جو اگلے ہفتے آرہی ہے۔

شریر صحرائی:۔ وہی جو دوسری کتب کا ہو رہا ہے یعنی ردی کے کاروبار میں فروغ کا باعث۔

دھواں چولہا پوری:۔ آزاد نظم، شاعری کے علاوہ صحت کے لئے بھی مضر ہے ابھی کل ہی میں ایک مشاعرے میں آزاد نظم پڑھ رہا تھا کہ سبزی کی فائرنگ شروع ہو گئی میرے سر پر گومڑا ابھی تک موجود ہے۔ اس واقعے کو میں نے نظم بھی کیا ہے اور اس میں آزاد شاعری کے نقصانات پر بھی بحث ہے مگر بدقسمتی سے یہ خود بھی آزاد نظم ہے اگر آپ اصرار......

کمپیئر:۔ توبہ... استغفر اللہ! ہم کیوں کہیں آ بیل مجھے مار۔ ویسے بھی فراغت بے شک ہمیں بہت ہے مگر ٹائم بالکل نہیں ہے۔ اور اب تو مجھے ان شعراء نے باقاعدہ گھورنا شروع کر دیا ہے جو بے چارے صرف اپنی باری کے انتظار میں ہمیں برداشت کر رہے ہیں اور جان بچانا تو آپ جانتے ہیں کہ فرض ہے لہذا میں دعوت کلام دیتا ہوں جناب مرثیہ خان شاعر کو......

مرثیہ خان شاعر:۔

وہ آئی شراب محبت پلانے کے لئے
جل کے آئے رقیب اٹھانے کے لئے
تو مفرور ہوئی ہمراہ رقیب تو کیا
سینکڑوں ہیں دل لگانے کے لئے
غریب ہمسائے کو بھی ساتھ لے لو
چلو ہو جو مرغ اڑانے کے لئے
پس نقاب نظروں سے اشارے



نئی تدبیر ہے ستانے کے لئے
پوچھا جو نام برائے جنرل نالج
گھمائی لات اس نے بتانے کے لئے
دودھ کے جلے تھے بھاگ گئے ورنہ
ہم تو آئے تھے یہی غزل سنانے کے لئے

کمپیئر:۔ حاضرین! مرثیہ خان کی مشکوک صحت کی بنا پر ان کی غزل پر تنقید کی ہرگز اجازت نہیں پھلوں اور انڈوں کی صورت میں جو تبصرہ ہو چکا ہے وہی کافی ہے۔ اب باری ہے تجاویز اور مشکلات کی اس سلسلے میں آپ سب کو بے لگام ہونے کی کھلی چھٹی ہے۔

آتش برفی:۔ مجھے شکایت ہے کہ رسائل کی پروف ریڈنگ آنکھیں بند کر کے کی جاتی ہے اب یہی دیکھ لیں کہ پچھلے ماہ ماہنامہ ''آفت'' میں میرا ایک مضمون چھپا ہے: جس کے چند جملے یوں تھے۔ ''اسلام آباد میں ایک گھر میں مغنی غزل گا رہا تھا جبکہ دوسرے میں ایک بیدار بخت مصلے پر کھڑا کہتا تھا اے خدا میں حاضر ہوں اپنی تمام تر سیاہ کاریوں کے ساتھ۔'' لیکن کمپیوٹر کی فنکاری کے باعث یہ شائع کچھ یوں ہو گئے۔ ''اسلام کے گھر میں ایک مفتی غزل گا رہا تھا جبکہ دوسرے میں بیزار بخت تسلے پر کھڑا بہتا تھا اے خدا میں کافر ہوں اپنی تمام تر سیاہ گاڑیوں کے ساتھ۔'' میں نے تو گردہ پیٹ لیا۔

چراغ لالٹین:۔ مجھے شکایت ہے کہ میری اکثر تحریریں چوری کر کے دیگر رسائل میں چھپوا لی جاتی ہیں مدیران کی لاپرواہی کے باعث اب میں اپنی تحریروں کی انشورنس کراتا ہوں۔

سائل مطلبی:۔ میری تجویز ہے کہ مغرب کی طرح مشرق میں بھی ہر تحریر کے معاوضے کی

ادائیگی یقینی بنائی جائے اس سلسلے میں بزم ایک قرارداد پاس کر کے مفت خورے مدیران کے خلاف تحریک چلائے اور تخلیق کار ہڑتال کریں۔

(سائل مطلبی کی تجویز کثرت رائے سے منظور کر لی جاتی ہے جبکہ باقی زیر غور رکھی جاتی ہیں)

کمپیئر:۔ کچھ بچوں نے شرارتاً ایک مصرع بھجوایا ہے کہ اس پر گرہ لگائی جائے آپ کو دعوت عام ہے مصرع یہ ہے

؎ ''انگلش بھی اردو میں پڑھو دوستو''

مزاحیہ شرارتی:۔

یوں ترقی کی طرف بڑھو دوستو
انگلش بھی اردو میں پڑھو دوستو

شیریں ناصح:۔

انگریز بھی ہو جائے یورپ میں بے قرار
انگلش بھی اردو میں پڑھو دوستو

آفت بجلی:۔

یوں لاؤ انقلاب زبان و ادب میں
انگلش بھی اردو میں پڑھو دوستو

کمپیئر:۔ دوستو! اس وقت میرے ہاتھ میں ایک نہایت تہلکہ خیز کتاب ہے جس کا نام ہے۔ ''داستان دیوان فروشوں کی'' اس کتاب میں مرتب نے بڑی محنت سے ان شعراء ادباء کا عبرت انگیز تذکرہ کیا ہے جو کسی مجبوری، لالچ یا مفاد کے ہاتھوں دیوان فروشی پر آمادہ ہوئے اور ادب میں غیر ادبی رجحانات کے علمبردار رہے۔ ہر تخلیق کار کو برائے حصول عبرت



اس کتاب کو ضرور پڑھنا چاہیے آپ کی دلچسپی کے لیے چند اقتباس پیش خدمت ہیں۔

''حضرت چاپلوس خوشامدی فن خوشامد میں ید طولیٰ رکھتے تھے ان کے چکنے چپڑے الفاظ کسی اوسط دماغ کو ساتویں آسمان تک نہ بھی پہنچاتے تو پہلے دوسرے آسمان تک ضرور پہنچا دیتے تھے ممکن ہے کم درجے کے دماغ عرش معلی کی سیر کو نکل جاتے ہوں اور اس طرح آسمانی نظام میں مداخلت سے فرشتوں کے لئے پریشانی کا باعث بنتے ہوں پھر ان جسموں کا تصور کریں جن کے دماغ آسمان پر چلے گئے ہوں ایسے ہی جسم حضرت چاپلوس خوشامدی کا آئیڈیل رہے وہ ان کے لیے دیوان لکھتے اور جھولیاں بھرتے رہے۔''

''خشک چہرے اور تر زبان کے مالک چراغ بے قراری سچ اتنے مشکوک انداز میں بولتے کہ جھوٹ معلوم ہوتا جب تک زندہ رہے محلے بھر میں خوراک کی قلت کا باعث بنے رہے۔ منٹو کے پلاٹ یوں پلٹ پلٹ کر استعمال کرتے کہ بیچارہ زندہ بھی ہوتا تو صرف سر پیٹتا، ثابت کچھ نہ کرسکتا، آپ نے بے شمار ادیب پیدا کئے، جائیداد بنائی اور بے دیوان و بے کتاب مرے۔''

''حضرت باخبر مطلبی۔ صحافت میں بلیک میلنگ کے موجد چہرے پر سے مونچھیں منفی کرنے پر شاید شریف آدمی لگتے۔ بالغ لطیفوں کے ڈسٹری بیوٹر تھے۔ گوریوں کے زیر سایہ زیر تعلیم رہے۔ بزرگ جن خبروں کو اخباروں سے کاٹ کر ضائع کر دیتے تھے یہ انہی خبروں پر مشتمل اخبار نکالا کرتے تھے۔ وسیع جائیداد چھوڑ کر عالم اذیت میں مرے۔''

(کمپیئر کو غافل پا کر سامعین نے پر امن پسپائی کی کوشش کی جو اطراف میں موجود سیکیورٹی کے باعث ناکام ہوگئی)

کمپیئر:۔ میں جانتا ہوں کہ تاخیر کے باعث آپ کا مورال ڈاؤن ہوتا جا رہا ہے مگر

خوشبو بتا رہی ہے کہ جلد ہی کھانا تیار ہونے والا ہے لو جی اب دراز دست کانپوری اپنے مرحوم دوست کے ایک شعر پر تضمین پیش کریں گے۔

دراز دست کانپوری:۔

ہم سمجھے کہ سنور گیا
ہمارے کان بھی کتر گیا
جیب تراش کو سزا ملی
کٹ اس کا دست ہنر گیا
وعدہ وصل یاد دلانے پر
ظالم ہر بار مکر گیا
لڑکی لے کر بھاگ نکلا
جتنا دبایا ابھر گیا
کتوں کو زہر دے کر
عاشق در یار سے گزر گیا
"بکرا چڑھا پہاڑ پر
دوسری طرف سے اتر گیا"

(اس تضمین کو اتنی ''داد'' ملی کہ آلات داد ختم ہو گئے)

کمپیئر:۔ تضمین کے لئے شعر کا انتخاب نہایت شاندار ہے کوئی تبصرہ کرنا چاہتا ہے۔؟

نشتر خان:۔ دیکھیں جی بکرے اتنے ذہین نہیں ہوتے کہ نئے راستے تلاش کرنے لگیں اس لئے شعر میں بھی اسے اسی طرف سے اترنا چاہئے تھا جس طرف سے وہ چڑھا تھا کیونکہ یہی اس کی فطرت ہے۔



لٹھ مار:۔ جی... دوسری طرف سے اترنے کی صورت میں اس کے مالک کو اسے ڈھونڈنے میں مشکل پیش آ سکتی ہے اور وہ دراز دست کانپوری کے مرحوم دوست کے وارثان ناخلف و ناہنجار پر ازالہ نقصان کے لئے دعویٰ دائر کر سکتا ہے۔

شیطان دریائی:۔ بکرے کا دوسری طرف سے اترنا اس کی سیلانی، انقلابی، متجسس اور مہم جویانہ فطرت کی عکاسی کرتا ہے جو کہ لکیر کے فقیر بکروں کے لئے قابل تقلید ہے۔ میں اس تجربے پر جی بھر کر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

کمپیئر:۔ خوش ہو جائیے کہ اب پروگرام تیزی سے اختتام کی طرف بڑھ رہا ہے آخری پوسٹ مارٹم کے لئے آپ کے سامنے ایک مضمونچہ پیش کریں گے مزاحیہ شرارتی۔ صنف مضمونچہ انہوں نے انشائیے کے مقابلے میں ایجاد کی ہے لیکن ابھی تک یہ اس کے قواعد و ضوابط مرتب نہیں کر سکے۔ آپ خوش نصیب ہیں کہ دنیائے ادب کے پہلے مضمونچے کے خدوخال آپ کی نظروں کے سامنے مرتب ہو رہے ہیں۔

مزاحیہ شرارتی:۔ محبت کا وائرس آنکھوں کے راستے دل پر حملہ آور ہوتا ہے یہ دماغ کو کمزور، زبان کو تیز اور نظر کو محدود کر دیتا ہے۔ وہ صرف محبوب کی خوبیاں دیکھ سکتی ہے اور خامیوں کی طرف سے اندھی ہوتی ہے۔ محبت کی خوبیوں کے بیان سے قلم معذور ہے اگر گنتی کریں تو اعشاری نظام ختم ہو جائے گا۔ اس مقصد کے لئے محبت کا کوئی اپنا ہی سسٹم کارگر ہو سکتا ہے کیونکہ دنیا کے کسی بھی سکیل پر محبت کی پیائش ممکن نہیں۔ بقول ایک ریاضی دان کے زیرو سے Infinity تک محبت ہی محبت ہے۔ اس کی مقدار معلوم کرنا چاہیں تو کمپیوٹر بھی پاگل ہو جائے۔ انسان تو اس چکر میں کتنے پاگل ہوئے اس بارے میں اعداد و شمار ملنا ممکن نہیں۔ محبت کانٹوں کا تاج

ہے لیکن ہر ایک اسے پھول سمجھ کر پہن لیتا ہے پھر یہ کانٹے روح تک میں اتر جاتے ہیں اور انسان ساری عمر مرہم پٹی کرتا رہتا ہے کچھ مرہم کے طور پر شادی کر لیتے ہیں لیکن بعد میں کھلتا ہے کہ بیوی ان زخموں پر نمک کا حکم رکھتی ہے۔

کمپیئر:۔ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔ ویسے میرے خیال میں اب آپ مضمونچے کی بجائے ڈنر کے پوسٹ مارٹم میں دلچسپی لیں گے تو آپ کو نوید ہو کہ کھانا تیار ہے طبل جنگ بجنے ہی والا ہے لشکر کشی کے لئے تیار ہو جائیں آج آپ نے اپنے آپ کو اس ڈنر کا مکمل حقدار ثابت کیا ہے اسی لئے ہم عام تقریب کے برعکس صدر اور مہمانان خصوصی کی بیوقوفانہ گفتگو سنوا کر آپ کے صبر کا امتحان نہیں لیں گے۔ معزز مہمان آپ کے ساتھ ہی کھانا کھائیں گے اس موقع کے لئے خصوصی تنبیہ کی جاتی ہے کہ ان سے آٹو گراف مانگ کر ان کی جہالت کو طشت از بام کرنے کی کوشش کو بزم کے خلاف سازش متصور کیا جائے گا۔ لیجئے طبل جنگ بج گیا.... یلغار ہو....... (۱۹۹۵ء)

☆☆☆☆☆☆☆



# پرچہ حجامت و گنج

کل نمبر:۔420

کامیابی کے نمبر:۔840

وقت:۔دس حجامتوں کے برابر

نوٹ:۔ تمام سوالوں کے نمبر غیر مساوی ہیں۔ زیادہ زبان درازی کرنے والے کو زیادہ نمبر ملیں گے۔ کسی امیدوار سے کوئی امدادی سامان از قسم استرا، قینچی برآمد ہونے پر اس کے سر کا شیو کر دیا جائے گا۔ کاپی پر واضح طور پر اپنا استرا نمبر، کٹنگ سٹائل، گنج سائز اور ہیئر کٹنگ سیلون کا نام لکھیں۔

سوال نمبر 1:۔ حجامت اعلیٰ اور حجامت ادنیٰ میں کیا فرق ہے؟ مثال اور اشکال سے واضح کریں۔

سوال نمبر 2:۔ ہیڈ شیو کے فوائد اور نقصانات ذاتی تجربے کی روشنی میں درج کریں۔
آپ اب تک کتنی بار گنج کرا چکے ہیں اور حادثاتی طور پر یا ارادی طور پر؟

سوال نمبر 3:۔ سکھ اور حجام میں کیا دشمنی ہے، تاریخی حوالوں سے وضاحت کریں اگر

ان میں صلح ہو جائے تو مزید کتنے ہیئر کٹنگ سیلون کھولے جا سکتے ہیں۔؟

سوال نمبر 4:۔ کلین شیو کے فوائد اور نقصانات پر دو صفحے لکھیں۔ شیو بناتے وقت کس جگہ استرا رکھ کر قرض مانگنا چاہئے۔؟

سوال نمبر 5:۔ بال کاٹنا سائنس ہے اور ٹنڈ کرنا آرٹ۔ تجربے سے ثابت کریں اس کا جیب اور ناک کٹنے سے بھی کوئی تعلق ہے۔؟

سوال نمبر 6:۔ مندرجہ ذیل میں کیا فرق ہے۔؟

ا:۔ استرے کی کاٹ اور طنز کی کاٹ میں۔

۲:۔ سنسر کی قینچی میں اور زبان کی قینچی میں۔

سوال نمبر 7:۔ مندرجہ ذیل پر مختصر نوٹ لکھیں۔

زیرو کٹ۔ ہیروئن کٹ۔ جھالر کٹ۔ دانشور کٹ۔ سولجر کٹ۔ پیالہ کٹ۔ بوائے کٹ۔

سوال نمبر 8:۔ غلط اور درست کی شناخت کریں۔

ا:۔ عورتیں بال کٹوا کر حیا کے گلے پر استرا پھیر دیتی ہیں۔

۲:۔ بجٹ استرے سے زیادہ تیز اور بلیڈ سے زیادہ باریک ہوتا ہے۔

۳:۔ ہمارے ملک میں ہر موڑ پر ایک سیاسی حجام بیٹھا ہے جو عوام کو باتوں میں الجھا کر ان کی حجامت کر دیتا ہے۔

۴:۔ عمدہ گنج وہ ہے جو شفاف ہو، روشنی منعکس کرے اور آئینے کا کام دے۔

۵:۔ گنجا آدمی یا تو غریب دانشور ہوتا ہے یا پھر امیر احمق۔

سوال نمبر 9:۔ ''جو گنج کہ خالی ہے صدا دیتا ہے۔'' اس کی حمایت یا مخالفت میں ایک بھرپور مقالہ لکھیں۔



سوال نمبر 10:۔ گنج کی مندرجہ ذیل اقسام پر جامع نوٹ لکھیں۔

جھالر دار گنج۔ وسطی گنج۔ مکمل گنج۔ مخفی گنج۔ بلال گنج۔

سوال نمبر 11:۔ بندے اور نائی میں کیا فرق ہے؟ مثالوں سے واضح کریں۔

سوال نمبر 12:۔ کسی گنجے آدمی کے ماتھے کی اصلی چوڑائی کیسے معلوم کی جا سکتی ہے؟ کیا ہر گنجا آدمی ذہین شمار کیا جا سکتا ہے۔؟

سوال نمبر 13:۔ اگر آپ کو کسی کی ٹنڈ کرنی پڑے تو کیسے کریں گے۔؟

استرے سے، جوتے سے یا ہیئر ریموونگ کریم سے۔

سوال نمبر 14:۔ خالی جگہ پر کریں۔

ا:۔ گنج بردار شخص کو لڑکیاں......کرتی ہیں (پسند/ناپسند)

۲:۔......گنج بوقت ضرورت طبلے کا کام دے سکتا ہے۔(چوکور/ گول/لمبوترا)

۳:۔ ٹنڈ عشق کے جراثیم کے لئے......ہے۔(زہر قاتل/ آب حیات)

۴:۔ تیرے.....دا پیا لشکارا تے ہالیاں نے ہل ڈک لئے۔(لونگ/ٹنڈ/ گنج)

۵:۔ کامیاب ہیئر ڈریسر وہ ہوتا ہے جو.....ہو(کم گو/خاموش طبع/باتونی)

سوال نمبر 15:۔ مثالوں سے واضح کریں کہ کیا فرق ہے۔؟

ا:۔ قدرتی گنج اور مصنوعی گنج میں۔

۲:۔ محدب گنج، مقعر گنج اور غیر شفاف گنج میں۔

سوال نمبر 16:۔ ''ہر نائی زبان دراز ہوتا ہے مگر ہر زبان دراز نائی نہیں ہوتا۔'' اس موقف کے حق یا مخالفت میں مبالغہ آرائی سے بھرپور مقالہ لکھیں نیز یہ بھی واضح کریں کہ کیا حجامت کا عمل زبان درازی کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔؟ (۱۹۹۳ء)

☆☆☆☆☆☆

# خواب اور تعبیر

(بے تصویر)

سائنس دانوں کی تازہ ترین افواہ کے مطابق جب انسانی شعور دن بھر کی ڈیوٹی کے بعد کمر سیدھی کرنے کے لیے محوِ آرام ہوتا ہے تو تحت الشعور۔۔۔ لاشعور کی ملی بھگت سے دماغ کی اسکرین پر سنسر سمیت ہر قسم کی پابندیوں سے آزاد نشریات شروع کر دیتا ہے جسے خواب کا نام دیا جاتا ہے۔ خواب دیکھنا ہر آدمی کے پیدائشی بنیادی انسانی حقوق میں سے ہے اور یہ خالص انسانی فعل ہے کیونکہ باسی ترین سے لیکر تازہ ترین تحقیق کے مطابق آج تک یہ ثابت نہیں ہوا کہ کسی جانور نے کبھی خواب دیکھا ہو (اگر کوئی جانور سائنسی حقائق کو چیلنج کرنا چاہے تو ثبوت کے طور پر اپنا خواب بیان کرے)۔ اس لاشعوری "سہولت" کے باعث انسان ہر قسم کی ممکن، ناممکن، جائز، ناجائز حسرتیں پوری کرتا ہے کبھی وہ راتوں رات عزت، دولت، شہرت حاصل کرتا ہے اور کبھی دنیا بھر کی صف اول کی ہیروئنوں، ٹاپ ماڈلز اور حقیقی زندگی میں "ناقابل رسائی" حسیناؤں کے ہمراہ دنیا بھر کے تفریحی مقامات کی مفت سیر کرتا ہے اور ظالم سماج کی دیواروں کو بلڈوز کرتے ہوئے ان کے ساتھ نہایت رنگین و سنگین نیلے پیلے لمحات گزار کر جب صبح بیدار ہوتا ہے تو شرمندہ ہو جاتا ہے اس وقت اس کے شعور کو مروڑ اٹھتے ہیں کہ آخر اس کی تعبیر کیا ہے؟ جب ہم نے دیکھا کہ کچھ کم علم اور دھوکہ باز عناصر عوام کو ان کے خوابوں کی غلط سلط تعبیریں بتا کر دونوں ہاتھوں سے لوٹنے اور گمراہ کرنے میں مصروف ہیں تو اچانک۔۔۔ محبوباؤں کثیر "آباد کاری" سے بچ رہنے والے ہمارے دل کے چار سو بیسویں واحد خالی خانے میں قوم کا شدید درد اٹھا جس نے فوراً ہی خطرناک صورت اختیار کر لی آخر ہم نے مجبور ہو کر علم نفسیات اور تعبیر کی ہزاروں صفحات پر مشتمل لاکھوں کتابیں



محض چند ماہ میں کھنگال کر علم تعبیر حاصل کیا اور عوام کی فلاح وبہبود کے لئے بغیر کسی فیس کے محض توشہ آخرت کی خاطر خوابوں کی تعبیر بتانا شروع کی۔ اب تک کروڑوں اور اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو اربوں لوگ اپنے خوابوں کی سچی اور اصلی تعبیریں سن کر زندگی میں کامرانیاں حاصل کر چکے ہیں عوام کے کچھ منتخب خواب مع تعبیر افادہء عام کے لئے دیئے جا رہے ہیں ورنہ اس سے ہمارا مقصود شہرت ہر گز نہیں۔

### بلی۔۔۔ بلو اور بلا

غافل بانو۔ کراچی

❁ خواب میں میں اپنے بیڈ روم میں جاتی ہوں تو ایک خوبصورت سفید بلی وہاں گھسی ہوتی ہے اس نے کمبل، قالین، صوفے اور بستر کو گندہ کر دیا ہوتا ہے مجھے بہت غصہ آتا ہے اور شدید کوفت ہوتی ہے میں اسے ڈرا کر بھگانے کی کوشش کرتی ہوں تو وہ مجھ پر چھلانگ لگا کر زخمی کر دیتی ہے مگر باہر نہیں نکلتی اتنے میں میرے شوہر آجاتے ہیں اور میرے زخم صاف کر کے مرہم لگا دیتے ہیں تو مجھے کچھ آرام محسوس ہوتا ہے میں ان سے بلی باہر نکالنے کا کہتی ہوں مگر وہ کہتے ہیں رہنے دو کیا فرق پڑتا ہے۔ اس پر مجھے بہت دکھ ہوتا ہے اور پھر آنکھ کھل جاتی ہے۔ یہ خواب میں متعدد بار دیکھ چکی ہوں۔

☆ خواب میں نظر آنے والی بلی دراصل کوئی خوبصورت اور سفید "بلو" ہے جو آپ کے "بلے" میرا مطلب ہے شوہر پر مکمل قبضہ کر کے آپ کے حق پر ڈاکہ ڈال چکی ہے اور اب آپ کو بے دخل کرانا چاہتی ہے آپ کا شوہر بھی اس سے شادی کرنا چاہتا ہے اور اس کے لئے اجازت کے سلسلے میں وہ جلد خوشامد وغیرہ سے آپ کو رام کرنے کی کوشش کرے گا یہ آپ کی چھٹی حس کا کمال ہے جس نے آپ کو لاشعوری طور پر خبردار کیا ہے یہ "بلو" آپ کے نزدیک ہی کہیں موجود ہے آپ کی خوبصورت ملازمہ، پڑوسن یا میاں کی لیڈی سیکرٹری۔ اس کا کھوج لگا کر اس کی چھٹی کرائیں اور صبح و شام کپڑے دھونے والے ڈنڈے سے اپنے بلے یعنی میاں جی کی پندرہ منٹ دھلائی کریں انشاء اللہ آپ ہی نہیں آپ کے میاں بھی آئندہ اس قسم کا کوئی خواب نہیں دیکھیں گے۔

## زنجیر

خوش دل خان۔ پشاور

میں نے خواب دیکھا کہ امی مجھے زنجیروں کی ایک دکان پر لے جاتی ہیں جہاں ہر طرف چھوٹی بڑی سستی اور مہنگی سیاہ اور سنہری زنجیریں لٹکی ہوئی تھیں۔ امی مجھے کہتی ہیں کہ ان میں سے اپنے لئے کوئی زنجیر پسند کرلو۔ پھر میں امی کے مشورے سے ایک خوبصورت سنہری زنجیر پسند کرتا ہوں۔ امی وہ زنجیر خرید کر میرے بازو پر باندھ دیتی ہیں مجھے بہت اچھا لگتا ہے لیکن گھر پہنچ کر مجھے زنجیر کاٹنا شروع کر دیتی ہے تو میں امی سے کہتا ہوں کہ مجھے زنجیر بدل کے لادیں مگر امی کہتی ہیں کہ اب یہ دوکان والا واپس نہیں لے گا کیونکہ تم اسے استعمال کر چکے ہو پھر میں زنجیر توڑنے کی کوشش کرتا ہوں مگر کامیاب نہیں ہوتا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل جاتی ہے۔

☆اس کی تعبیر یہ ہے کہ جلد شادی کی زنجیر آپ کے پاؤں میں پڑنے والی ہے۔ زنجیر یعنی لڑکی آپ اور آپ کی والدہ پسند کریں گے شادی کے بعد بیوی بدزبان نکلے گی آپ اسے چھوڑنا چاہیں گے مگر خاندانی مجبوریوں کے باعث ایسا نہ کر سکیں گے اس انجام سے بچنے کا صرف یہی طریقہ ہے کہ آپ حقیقی زندگی میں کوئی "زنجیر" پسند ہی نہ کریں۔

## باغ اور تتلی

عاشق صحرائی۔ بہاولنگر

میں خواب میں خود کو ایک خوبصورت باغ میں دیکھتا ہوں جہاں ہر طرف خوبصورت پھول کھلے ہوئے ہیں اور ان پر رنگ برنگی تتلیاں منڈلا رہی ہیں میں ان میں سے ایک خوبصورت تتلی کو پکڑنے کی کوشش کرتا ہوں مگر وہ باغ سے باہر نکل جاتی ہے میں بھی اس کے تعاقب میں ہو لیتا ہوں مگر راستے میں مجھے ایک کتا کاٹ لیتا ہے اور اتنی دیر میں تتلی میری نگاہوں سے اوجھل ہو جاتی ہے کچھ دیر بعد وہ تتلی پھر نظر آتی ہے میں اس کی طرف لپکتا ہوں تو وہ ایک زہریلی بھڑ کی شکل اختیار کر کے مجھے کاٹ لیتی ہے اور پھر میرے گرد گھومنا شروع کر دیتی ہے اسی دوران میرا خواب ختم ہو جاتا ہے۔



☆گرلز کالج کی سیر کو زیادہ نہ جایا کریں ورنہ کسی خوبصورت تتلی کو پکڑنے کی کوشش آپ کی جسمانی ٹوٹ پھوٹ پر منتج ہو سکتی ہے بہر حال خواب میں اشارہ ہے کہ آپ کا بیڑہ وہیں غرق ہو گا جہاں آپ کی خواہش ہے لیکن آپ کی بیوی چند ہی روز میں اپنا نرم و نازک اور پیارا بھیس اتار کر کسی بھڑ کا سا روپ اختیار کر لے گی اور آپ کو طرح طرح کے ڈنگ مارنا شروع کر دے گی جن میں سے شاپنگ کا ڈنگ زیادہ خطرناک ہو گا۔

## حقیقی خواب

شعور منطقی۔ کمالیہ

خواب میں مجھے ایک پہاڑی پر ایک بہت بڑا اور خوبصورت تخت نظر آتا ہے جس میں ہیرے جڑے ہوتے ہیں جن کی روشنی سے پوری پہاڑی جگمگا رہی تھی اس تخت کے گرد خوبصورت پریاں رقص کر رہی ہیں اور ایک خلقت ان پریوں اور تخت کی چاہ میں دیوانہ وار اس کی طرف دوڑ رہی ہے جونہی کوئی اس تخت پر بیٹھنے میں کامیاب ہوتا ہے تو یا تخت سے نیچے لوگوں میں سے کوئی اس کی ٹانگ کھینچ لیتا ہے یا وہ خود ہی کچھ دیر بعد تخت سے اٹھ کھڑا ہوتا ہے میں بھی بڑی مشکل سے چڑھائی عبور کر کے اوپر پہنچتا ہوں اور آس پاس والوں کو دھکا دیکر تخت پر بیٹھنے میں کامیاب ہو جاتا ہوں مگر اگلے ہی لمحے مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں پھولوں کی کسی سیج پر نہیں بلکہ آگ پر بیٹھا ہوں پھر جونہی نظر نیچے جاتی ہے تو مجھے اپنے پاؤں تلے انسانی سروں کی بے شمار کھوپڑیاں دکھائی دیتی ہیں تکلیف اور خوف سے میری آنکھ کھل جاتی ہے۔

☆آپ نے خواب نہیں دراصل حقیقت دیکھی ہے۔ ملکی سیاست کی طرف نظر دوڑائیں اور ملک میں جاری کرسی کی دوڑ پر غور کریں تو آپ کو سب سمجھ آجائے گا خواب میں آپ کو اس حقیقت سے بھی روشناس کرایا گیا ہے کہ پھولوں کی سیج نظر آنے والی کرسی اقتدار دراصل کیا ہے اور بظاہر سرور اور عیش و نشاط میں مصروف اہل اقتدار دراصل کس کرب سے گزرتے ہیں۔

حسن بانو۔ سرائے عالمگیر

میں خواب میں دیکھتی ہوں کہ میں اپنے کمرے میں بیٹھی میک اپ کر رہی ہوتی ہوں کہ اچانک دروازہ کھلتا ہے اور خطوں کی ایک فوج تین قطاروں میں اندر داخل ہوتی ہے اس فوج میں ہر رنگ اور سائز کے خط ہوتے ہیں کمرے میں آکر وہ عجیب وغریب ڈانس شروع کر دیتے ہیں حتی کہ ان کے منہ کھل جاتے ہیں اور ان میں سے چٹھیاں باہر گر پڑتی ہیں میں ہمت کر کے اپنے پیروں میں گرنے والے ایک خوبصورت خط کو اس کی چٹھی سمیت اٹھا کر دیکھتی ہوں چٹھی پر ایک سرخ گلاب کی تصویر بنی ہوتی ہے۔ میں اسے کتاب میں رکھ لیتی ہوں تو اچانک خط دوبارہ اٹھ کر ڈانس شروع کر دیتے ہیں لیکن اب کی بار یہ ڈانس مختلف ہوتا ہے۔ پھر میں بھی ان کے ساتھ ڈانس کرنا شروع کر دیتی ہوں۔

☆آپ کے لئے ڈاکیے کا رشتہ آئے گا آپ کے گھر والے اسے کسی منی آرڈر کی طرح قبول کریں گے اور اس کے جوابی پتے پر آپ کو رجسٹرڈ کر کے پارسل کر دیں گے تو وہ پکی مہر لگا دے گا۔

## مستقبل کی خبر

خوش فہم خان۔ پشاور

خواب میں میں بہت اچھے سوٹ میں ملبوس ہو کر ایک فائل بغل میں دبائے کسی خوبصورت آفس میں داخل ہوتا ہوں سیکرٹری مسکرا کر مجھے باس کے کمرے میں جانے کا اشارہ کرتی ہے مگر جونہی میں فائل کھول کر اس کے سامنے رکھتا ہوں ان کے چہرے کا رنگ بدل جاتا ہے اور وہ غصے سے گٹ آوٹ کہہ کر آفس سے نکال دیتا ہے اس کے بعد میں ایک زمیندار کی حویلی پر جاتا ہوں وہ مجھے لسی وغیرہ پلاتا ہے مگر جب میں فائل کھول کر اس کے آگے رکھتا ہوں تو وہ اپنے آدمیوں کو بلا کر میری پھینٹی لگواتا ہے جس کے درد سے میری آنکھ کھل جاتی ہے۔

☆آپ بہت جلد کوئی فلاحی تنظیم بنا کر اس کے لئے چندہ وغیرہ اکٹھا کرنے کی کوشش



کریں گے یا آپ کو بیمہ کمپنی میں ملازمت مل جائے گی اور آپ کو اس طرح کے عملی تجربات سے متعارف ہونا پڑے گا۔

## مرغی اور دانے

دلبر پری۔ بہاولپور

خواب میں، میں نے دیکھا کہ میں گلی میں کھڑا ہوں اور گلی میں ہمسایوں کی مرغیاں پھر رہی ہیں میرا جی چاہتا ہے کہ میں ایک مرغی اٹھالوں یہی سوچ کر اندر جاتا ہوں اور گندم کے کچھ دانے لا کر ان کے سامنے ڈال دیتا ہوں صرف ایک مرغی ان دانوں کو کھاتی ہے بہر حال جب مرغی دانے چگنے میں محو ہو جاتی ہے تو میں آگے بڑھتا ہوں کہ چپکے سے اسے اٹھالوں کہ اسی دوران ہمسایوں کے دو لڑکے آجاتے ہیں اور مجھے مارنا شروع کر دیتے ہیں میری چیخ و پکار سن کر امی باہر آکر مجھے چھڑاتی ہیں اور اندر لیجا کر میرے زخم صاف کرتی ہیں اس کے بعد وہ ٹکور کرتی جاتی ہیں اور کہتی جاتی ہیں کہ اگر ضرورت تھی تو مجھے بتاتے ہم مرغی خرید لیتے تم نے مرغی چرانے کی کوشش کیوں کی۔

☆ہمسایوں کی لڑکی کو پھانسنے کے لئے جو لولیٹر آپ نے لکھے ہیں جلد ہی وہ اس کے بھائیوں کے ہاتھ لگنے والے ہیں اس کے بعد آپ کا انجام خواب والا ہی ہوگا بہتر یہی ہے کہ اگر آپ ضرورت محسوس کرتے ہیں تو والدہ کے فرمان کے مطابق "مرغی" "خرید لیں" "چرانے" کی کوشش نہ کریں۔

## آسمان سے باتیں

سفید پوش۔ لاہور

خواب میں، میں ایک قدرے پرانی گاڑی چلاتا ہوا کچھ نئی اور تیز رفتار گاڑیوں کا تعاقب کر رہا ہوں جب بھی میں سر توڑ کوشش کر کے اپنی گاڑی ان گاڑیوں کے قریب پہنچاتا ہوں گاڑی میں کوئی نہ کوئی خرابی پیدا ہو جاتی ہے کبھی انجن گرم ہو جاتا ہے اور کبھی پٹرول ختم ہو جاتا ہے اور یہ نہ ہو تو سگنل پر پھنس جاتا ہوں یا ٹریفک جام ہو جاتی ہے بہر حال میں کسی

نہ کسی طرح گاڑی چلا کر پھر ان کے تعاقب میں روانہ ہو جاتا ہوں اور پھر سر دھڑ کی بازی لگا دیتا ہوں اور جونہی ان گاڑیوں تک پہنچ کر انہیں کراس کرنے کی کوشش کرتا ہوں وہ سڑک سے اٹھ کر آسمان کی طرف پرواز کرنا شروع کر دیتی ہیں عین اسی وقت میری گاڑی کا پہیہ پنکچر ہو جاتا ہے اور وہ گاڑیاں دور ہوتی ہوئی نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہیں اور میں ہاتھ ملتا رہ جاتا ہوں۔

☆آپ ضروریات زندگی کی قیمتوں کے تعاقب میں اپنی محدود آمدنی کے پٹرول سے زندگی کی گاڑی دوڑانے کی کوشش کر رہے ہیں اور قیمتوں کے آسمان سے باتیں کرنے کے باعث آپ کو ناکامی ہو رہی ہے ان قیمتوں کو اوور ٹیک کرنے کے لئے آپ کو کچھ اضافی پٹرول ڈلوانا پڑے گا یا نئی گاڑی لینی پڑے گی۔

## حیرت انگیز انقلاب

عدم خیالی۔ بھائی پھیرو

※میں نے خواب دیکھا کہ قائداعظم اور علامہ اقبال شاہی قلعے میں سب سرکردہ سیاستدانوں کو اکٹھا کر کے مرغا بنا دیتے ہیں پھر قائداعظم کے اشارے پر علامہ اقبال ان کو جوتے لگانا شروع کر دیتے ہیں کسی کو ایک کسی کو دو کسی کو تین اور کسی کو اس سے بھی زیادہ جب سب کو مقررہ تعداد میں جوتے لگ جاتے ہیں تو قائد ان کو کھڑا ہونے کا کہتے ہیں۔ علامہ اقبال ان سے پوچھتے ہیں کہ میری تعبیر کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے والو آئندہ تم کیا کرو گے ؟ تو ایک سیاستدان توبہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ آج کے بعد ہم بلیک گارڈن ڈیم کے سلسلے میں حکومت سے مکمل تعاون کریں گے اور سب پاکستانیوں کو برابر سمجھیں گے ایک اور سیاستدان وعدہ کرتا ہے کہ وہ دہشت گردوں کی سرپرستی اور علیحدگی پسند سرگرمیاں چھوڑ دے گا کیونکہ اس نے اپنا گھر بسا لیا ہے اور اپنی صلاحیتیں تخلیقی کاموں میں صرف کرے گا۔ کچھ اور سیاستدانوں نے وعدہ کیا کہ وہ نفاذ شریعت کا آغاز اپنی ذات اور گھر سے کریں گے اپنے محلات چھوڑ کر ضرورت سے زائد رقم بیت المال میں جمع کرا دیں گے۔ ایک اور سیاستدان نے وعدہ کیا کہ وہ تمام



غیر ملکی دولت اور ملکی جائیداد قوم کو دے دیں گے۔ ایک مولانا نے ہر قسم کے دھرنوں سے تائب ہو کر تن من دھن سے قوم کی تربیت کرنے کا وعدہ کیا۔ ایک اور صاحب شیروانی نے بھان متی کے کنبے جوڑنے سے توبہ کی۔ ایک سیاستدان نے اعلان کیا کہ وہ آج کے بعد سیاست کو تین طلاقیں دے کر خاموشی سے تصنیف و تالیف اور تعلیم و تربیت میں وقت صرف کریں گے۔ ایک آدھے مولانا نے افواہ ساز فیکٹری بند کر کے باقی عمر خدمت خلق میں گزارنے کا وعدہ کیا یہ سب سن کر قائداعظم اور علامہ اقبال کے چہرے پر چمک آ گئی اور انہوں نے ان سب کو شاباش دی۔

☆یہ صرف آپ کا ہی نہیں ہم سب کا خواب ہے کاش یہ کبھی تعبیر سے بھی گپ شپ کرے۔

## خوشحال زندگی

مس نازک خیالی۔ جہلم

※خواب میں میں نے خود کو ایک ایسے گھر میں پایا جہاں آرام، آسائش اور آرائش کی ہر چیز موجود تھی اور میں اس گھر کی مالکن تھی اتنے میں ایک شخص آتا ہے اور ایک بہت بڑی اور مہنگی گاڑی میں بٹھا کر مجھے باہر لے جاتا ہے وہ جہاں سے گزرتا ہے لوگ اس کو سلام کرتے ہیں پھر ہم کسی بہت مہنگے ہوٹل میں پہنچتے ہیں جہاں پہلے سے ہماری میز ریزرو ہوتی ہے اور اس پر ہمارے لئے تحائف کے ڈھیر لگے ہوتے ہیں کچھ لوگ ہمیں سالگرہ کی مبارکباد دیتے ہیں مگر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کس کی سالگرہ ہے اور کیسی سالگرہ۔

☆آپ کا جیون ساتھی کوئی کسٹم آفیسر، پولیس مین یا ڈاکو ہو گا اور آپ ایک خوشحال زندگی گزاریں گی۔

## دیوانے کا خواب

شیخ چلی۔ عدم آباد

※میں نے خواب دیکھا کہ اچانک میرے گھر کی ہر اک چیز سونے کی ہو گئی ہے نظری

دھوکے کے خدشے کے تحت نل سے منہ دھونا چاہا تو اس میں سے خالص پٹرول نکلنا شروع ہو گیا پھر میری نظر صحن میں لگے درخت پر پڑی تو مجھے شادی مرگ ہوتے ہوتے بچا کیونکہ اس پر کرنسی نوٹ لگے ہوئے تھے۔ میں نے وہاں سے کچھ نوٹ اتارے تو وہاں نئے نوٹ اگ آئے پھر میں نے صحن کی کھدائی کرائی تو زمین نیچے تک سونے کی ہو چکی تھی میں نے اس سونے اور کرنسی نوٹوں کی مدد سے آئی ایم ایف، ورلڈ بنک اور امریکہ کا قرض اتارا جس پر خوش ہو کر قوم نے مجھے وزیر اعظم بنادیا میں نے نل کی جگہ موٹریں لگوا کر کثیر تعداد میں تیل نکالنا شروع کر دیا جس سے ہمیں تیل میں خود کفالت حاصل ہو گئی پھر ہم نے ضرورت سے زائد تیل سے زرمبادلہ کمانا شروع کر دیا۔

☆اتنے خوفناک خواب نہیں دیکھا کرتے، جاگنے پر تکلیف ہوتی ہے کیونکہ ان کی تعبیر ہمیشہ الٹی ہوتی ہے۔

## جال اور کبوتر

دلربا صحرائی۔ نور پور تھل

❖خواب میں، میں جال لے کر چھت پر جاتی ہوں اچانک ایک طرف سے ایک کبوتر اڑتا ہوا آتا ہے میں جال آگے کرتی ہوں اور وہ اس میں پھنس جاتا ہے میں اسے پکڑ کر پنجرے میں ڈال دیتی ہوں تو وہ پنجرے کی دیواروں سے سر ٹکرا ٹکرا کر خود کو زخمی کر لیتا ہے میں اس کے پر کاٹ دیتی ہوں تو وہ افسردہ ہو کر پنجرے میں ایک طرف ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔

☆کوئی معصوم اور نادان لڑکا آپ کے جال میں پھنس کر دین و دنیا سے آزاد ہو سکتا ہے تھوڑی بہت مزاحمت کے بعد وہ آپ سے شادی کے بعد گھر دامادی کا طوق گلے میں ڈالنے پر مجبور ہو جائے گا۔ اگر آپ کسی کی زندگی بچانا چاہتی ہیں تو چھت پر شکار کھیلنا موقوف کر دیں۔

## ایک دہشت ناک خواب

آتش غزلوی۔ میر پور



❖میں ایک شاعر ہوں اور خواب میں، میں نے دیکھا کہ میرے دسویں مجموعہ کلام کی تقریب رونمائی ہو رہی ہے شہر کے تمام اہم لوگ شریک محفل ہیں مقررین میری ذات اور شاعری کے متعلق زمین وآسمان کے قلابے ملا رہے ہیں کہ اچانک حاضرین میں سے ایک شخص اٹھ کر مقرر سے کہتا ہے کہ جھوٹ بکتے ہو تم اس شخص کی شاعری ردی میں بکنے کے بھی قابل نہیں اور اس کی ذات کسی بھی طرف سے لائق تحسین نہیں پھر وہ مجھ سے مخاطب ہو کر دھمکی دیتا ہے کہ اگر آج کے بعد میں نے کوئی شعر کہا یا کوئی کتاب مزید چھپوانے کی کوشش کی تو وہ میری کتابوں کو جلا کر مجھے قتل کر دے گا۔ جاگنے پر میں نے دیکھا کہ مجھے خوف سے پسینے آرہے تھے۔

☆لگتا ہے آپ نے باقی نو مجموعہ ہائے کلام کی اشاعت اور تقریبات رونمائی بھی خواب ہی میں کرائی ہیں بہر حال خواب میں آپ کے لئے اشارہ ہے کہ فوراً شاعری سے توبہ کریں کوئی صدقہ وغیرہ دیں اور باقی عمر اللہ اللہ کرنے میں گزاریں آپ کی زندگی کو شدید خطرہ ہے۔

## خوراک اور خواب

منتشر خیالی۔ کراچی

❖میں نے خواب دیکھا کہ کچھ لوگ میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور میں ان سے بچنے کے لئے اندھا دھند بھاگنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن بمشکل ایک قدم اٹھانے میں کامیاب ہوتا ہوں ان میں سے ایک مجھے چھڑی سے مارتا ہے تو میں گدھا بن جاتا ہوں وہ مجھ پر سوار ہونے کے لئے آگے بڑھتا ہے تو میں اسے دولتی جڑ دیتا ہوں نتیجتاً وہ گدھا بن جاتا ہے اور میں واپس انسانی شکل میں آجاتا ہوں پھر اس سے پہلے کہ وہ بدلہ لے میں وہاں سے چمپت ہو جاتا ہوں۔ آگے ایک کشتی پڑی ہوتی ہے میں ایک رکشہ کا انجن اتار کر اسے لگاتا ہوں اور جب اسٹارٹ کرتا ہوں تو وہ ہوا میں پرواز کرنا شروع کر دیتی ہے اتنے میں معلوم ہوتا ہے کہ جنگ چھڑ گئی ہے میں فوراً محاذ جنگ کی طرف روانہ ہو جاتا ہوں اور دشمن کے سپاہی مجھے پکڑ لے جاتے ہیں اور بھاری نقصان پہنچانے کی وجہ سے میرے لیے سزا تجویز کرتے ہیں کہ

میں ان کے جہازوں کو دھکا لگا کر سٹارٹ کروں جب میں اس میں کامیاب نہیں ہوتا تو وہ مجھے مجبور کرتے ہیں کہ میں ان کے لئے اپنے طیارے جیسا طیارہ ڈیزائن کروں مگر میں انکار کر دیتا ہوں جس پر وہ مجھے بم باندھ کر ہلاک کر دیتے ہیں۔

☆خس کم جہاں پاک۔ میرا خیال ہے کہ کسی دعوت میں کھانے پینے کے عالمی ریکارڈ قائم کرنے کے بعد ورزش کی زحمت کیے بغیر آپ نے بستر کو رونق بخشی ہے جس کے باعث آپ نے اوٹ پٹانگ بد ہضمی کا خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ آئندہ اناج دشمنی سے پرہیز کریں ورنہ شاید آپ اگلی دفعہ خواب بیان کرنے کے لئے زندہ نہ رہیں۔

### ناقابل اشاعت خواب

شیطان دریائی، بھکر، آوارہ پریمی ملتان، حسینہ چار سو بیس، فیصل آباد۔ شباب عالم راولپنڈی۔ اداس تنہا خوشاب۔ مجرد کنوارا، کراچی بے تاب جذباتی، سرگودھا۔ دل پھینک فریبی، اسلام آباد۔ بے باک مٹیار، حیدرآباد

☆آپ سب کے خواب ناقابل اشاعت ہیں اور تعبیریں ناقابل بیان اس قسم کے نیلے پیلے خوابوں سے جان چھڑانے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ آپ شادی کی رسی گلے میں ڈال کر شرافت کی زندگی گزاریں۔

(1998)



# الیکشن ٹائم

''الیکشن کیلئے پریشان ہو؟''

''ہونہہ''

''کیا حلقے والے لوٹا کہہ کر بھگا دیتے ہیں؟''

''ہاں!''

''ہمارا نیا فریبی فارمولا آزماؤ''

''وہ کیا؟''

''اپنے بیٹے یا باپ کو کھڑا کر دو سیاست گھر کی گھر میں رہے گی اور لوٹے کا طعنہ بھی نہیں ہوگا''

''شاباش نیا فریبی فارمولا''

☆

پہلی بار اسمبلی ٹوٹنے کے بعد وہ ہمارے حلقے میں آ رہے تھے۔ اچانک میری نظر اپنے

آدمیوں کے ہاتھوں پر پڑی جن میں صرف ڈنڈے تھے مجھے بڑی شرمندگی ہوئی پھر
مجھے ایک دوست نے جوتوں کے ہار کے بارے میں بتایا ڈنڈوں سے سیاست
دانوں کو صرف جسمانی تکلیف ہوتی ہے جبکہ جوتوں سے روحانی تکلیف بھی ہوتی ہے
یہ ان کی سوئی ہوئی غیرت اور ضمیر کو بھی جگاتے ہیں۔
اب جبکہ میں اپنے حلقے سے بے ضمیر سیاست دانوں کو بھگا چکا ہوں بہت مطمئن ہوں
آپ بھی ایسے سیاستدانوں کو بھگانے کیلئے ڈنڈوں کے ساتھ ساتھ جوتوں کے ہار بھی
استعمال کریں۔

☆

''معاف کیجئے گا مجھے حلقے میں پہنچنے میں صرف ''ڈھائی سال'' دیر ہوگئی میں ذرا مال
بنانے میں لگ گیا تھا''
''تمہیں کسی معذرت کی نہیں بلکہ دھکوں کی ضرورت ہے۔''
''گٹ آوٹ! گٹ آوٹ! گٹ آوٹ!''

☆

''لو اپنے حلقے کا سیاست دان آ گیا''
''تمہیں کیسے پتہ چلا؟''
''نعروں کی آوازیں بتا رہی ہیں''
''ارے یہ خاموشی کیوں ہوگئی''
''عوام نے لوٹا دکھا دیا ہوگا''
''لوٹا دکھاؤ! سیاست دان بھگاؤ''

☆



''لو بھئی الیکشن قریب آ گئے اب تم کھڑے ہو جاؤ تو مزہ آ جائے!''
''اور اگر ممبر بن جاؤں تو؟''
''تم اور ممبر ذرا مشکل بات ہے''
''ممبر ہی نہیں وزیر بھی بن سکتا ہوں''
''کیوں کیا جادو سیکھ لیا ہے؟''
''یونہی سمجھ لو سمگلنگ سے جیبیں بھر لیں ہیں''
''آپ بھی سمگلنگ سے رقم کمایئے الیکشن میں لگایئے جیت کا مزا اٹھایئے''

☆

''کشتی دیکھنے کو دل چاہ رہا ہے اکھاڑے پر چلتے ہیں''
''اکھاڑے جانے کی کیا ضرورت ابھی اسمبلی اجلاس کی ریکارڈنگ لگا دیتی ہوں''
''بھئی بیگم کے ہاتھ میں جادو آ گیا ہے''
''جادو تو سیاست کا ہے''

☆

''بھیا یہ تو بتایئے سیاستدانوں میں ملک وقوم سے وفاداری کے جراثیم کیسے ختم ہو
جاتے ہیں؟''
''پرتعیش زندگی، غیر ملکی دوروں، گرانٹوں میں خرد برد، قرضوں کی معافی، رشوت اور
جرائم کی سرپرستی کرنے سے ان میں ملک وقوم سے وفاداری کے جراثیم ختم ہو جاتے
ہیں جس سے ملک کا مستقبل خطرے میں پڑ جاتا ہے''
''ہائے اللہ یہ تو بڑی خطرناک صورتحال ہے ان میں حب الوطنی کے جراثیم دوبارہ
کیسے پیدا کئے جا سکتے ہیں؟''

’’آٹھویں ترمیم والی دوائی ہر دو سال کے وقفے سے ان کو دینی چاہیے‘‘

☆

’’بھیا! آپکو سیاسی مخالف کی ٹھکائی کا طریقہ تو آ گیا ہو گا ذرا ایک بار دوہرا دیں تاکہ آپ کے بھائیوں کو بھی پتہ چل جائے‘‘

’’ایک سیالکوٹ کی بنی ہوئی ہاکی لے کر پانچ لیٹر مٹی کے تیل یا ایک گیلن وارنش میں ڈال کر رکھ دیں اور پھر وقفے وقفے سے سیاسی مخالف کے سر، پشت اور ٹانگوں کی مرمت کریں‘‘

’’بالکل ٹھیک‘‘

’’سر اگر مخالف مرنے کے قریب ہو تو کیا پھر بھی مرمت کی مقدار وہی رکھنی چاہیے؟‘‘

’’جی ہاں ہر حالت میں مرمت پوری کرنی چاہیے آدھی یا کم کی گئی مرمت سے مخالف نہیں بیٹھتا‘‘

(۱۹۹۳ء)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆



# پرچہ چھیڑ چھاڑ

کل نمبر:۔ ملک کے بوائز کالجز کی تعداد کے برابر۔

کامیابی کے نمبر:۔ ملک بھر کے گرلز کالجز کے برابر۔

وقت:۔ کالج بند ہونے تک۔

نوٹ: زیادہ جوتے کھانے پر زیادہ نمبر ملیں گے۔

ہدایات:۔ امیدوار کی جیب میں ضروری آلات یعنی کیسٹ، سی ڈی، واک مین اور ایکٹرسوں کی تصاویر ہونا ضروری ہیں، اس کے علاوہ آنکھوں پہ سیاہ چشمہ ہونا چاہئے۔ گنجے امیدواروں کو خصوصی رعایت دی جائے گی۔

سوال نمبر 1:۔ چھیڑ خانی کے عادی مشہور لوگوں کے واقعات تفصیل سے قلم بند کریں۔

سوال نمبر 2:۔ چھیڑخوانی سائنس ہے یا آرٹس مثالوں سے واضح کریں نیز اس کے موجد کے حسب نسب کو چھیڑیں۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ یہ مردوں میں زیادہ عام ہے کہ عورتوں میں۔؟

سوال نمبر 3:۔ چھیڑ چھاڑ کی سرکاری عمر کونسی ہے؟ بچپن، جوانی اور بڑھاپے کی چھیڑ چھاڑ پر الگ الگ نوٹ لکھیں

سوال نمبر 4:۔ چھیڑ چھاڑ اور محبت کا چولی دامن کا ساتھ ہے؟ حق یا مخالفت میں مقالہ لکھیں

سوال نمبر 5:۔ چھیڑ چھاڑ کی حدود متعین کریں کون سی چھیڑ چھاڑ محبت اور کونسی چھیڑ چھاڑ مرمت کا باعث بنتی ہے؟

سوال نمبر 6:۔ ''چھیڑ چھاڑ دورِ جدید میں'' اس موضوع پر بھرپور مقالہ لکھیں

سوال نمبر 7:۔ اردو شاعری کا کتنے فیصد حصہ محبوب سے چھیڑ چھاڑ پر مشتمل ہے؟ مثالوں سے واضح کریں

سوال نمبر 8:۔ چھیڑ چھاڑ انسانی وصف ہے یا بعض جانور بھی یہ خاصیت رکھتے ہیں؟

سوال نمبر 9:۔ چھیڑ چھاڑ کے فوائد اور نقصانات مالی اور جسمانی نقطہ نظر سے بیان کریں۔

سوال نمبر 10:۔ مندرجہ ذیل کو جملوں میں استعمال کریں۔

آنکھیں چرانا، دل پھینک، آنکھیں ملانا، چشم پوشی، آوازے کسنا، طوطا چشمی کرنا، ترچھی نظر، نگاہِ غلط انداز، مسکراتی آنکھیں۔

سوال نمبر 11:۔ ایک لڑکا ایک دن میں پانچ سو لڑکیوں کو چھیڑتا ہے اس کے چھیڑنے کی رفتار فی سیکنڈ معلوم کریں۔



سوال نمبر 12:۔ ایک لڑکا روزانہ پچاس لڑکیوں کو چھیڑتا ہے تو نیوٹن کے تیسرے قانون کے مطابق اس کی بہن کو روزانہ کتنے لڑکے چھیڑیں گے۔

سوال نمبر 13: چھیڑ خانی کا عالمی ریکارڈ کس کے پاس ہے۔ اس کی شخصیت اور اس کے کارناموں پر مفصل نوٹ لکھیں

سوال نمبر 14:۔ ایک لڑکے نے چھیڑ چھاڑ کا باقاعدہ آغاز دس سال کی عمر میں کیا اگر وہ سینکڑوں بار پٹ چکا ہو تو کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اس نے کتنی لڑکیوں کو چھیڑا اور اس کی موجودہ عمر کیا ہے۔ اگر پٹائی اور چھیڑخوانی میں ایک اور دس کی نسبت ہو؟

سوال نمبر 15: مندرجہ ذیل مساوات کو حل کریں۔

چھیڑ چھاڑ x لڑکی - بھائی + باپ = ؟

سوال نمبر 16:۔ چھیڑ چھاڑ کے عوامی مرکز کون کون سے ہیں اور ان میں سے ہر ایک پر چھیڑ چھاڑ کی روزانہ شرح کیا ہے۔ چھیڑ چھاڑ کے محرکات میں میک اپ و فیشن کا کیا مقام ہے۔؟

سوال نمبر 17: خالی جگہ پر کریں۔

(i) لڑکیوں کو ....... چھیڑا جائے تو وہ نفسیاتی مریض بن جاتی ہیں (نہ / زیادہ)

(ii) چھیڑ چھاڑ ......... فطرت میں شامل ہے۔ (انسانی / حیوانی)

(iii) چھیڑ چھاڑ ......... کی علامت ہے۔ (محبت / نفرت)

(vi) ........... آدمی زیادہ چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں۔ (ذہین / شریر)

(v) انسان ......... کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ (خوراک / چھیڑ چھاڑ)

سوال نمبر 18:۔ چھیڑ چھاڑ اور بھونڈی میں کیا فرق ہے اور کونسا طریقہ کار زیادہ محفوظ ہے۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ چھیڑ چھاڑ اور بھونڈی میں کون کونسی قدریں مشترک

ہیں۔ مشہور ماہرین کے تجربات کی روشنی میں لکھیں۔

سوال نمبر 19:۔ چھیڑ خوانی کے اہم اصول کون سے ہیں تفصیل سے بیان کریں نیز اس کا ضابطہ اخلاق مرتب کریں۔

سوال نمبر 20:۔ مسلمان ملکوں کے ساتھ غیر مسلم ممالک کی عالمی چھیڑ چھاڑ پر حقائق سے بھرپور مقالہ لکھیں۔ (۱۹۹۷ء)

☆☆☆☆☆☆☆☆

# جدید خط

## ردی فروش کے نام

چٹخارا سنٹر

۳۸ مئی ۲۰۰۰ء

محترم ادب فروش صاحب! السلام وعلیکم!

پچھلے دنوں ایک دوست کی زبانی معلوم ہوا کہ سارا جدید ادب بکسٹالوں سے زیادہ آپ کے پاس ملتا ہے اوران جدید ادبی کتابوں کی یہ خاصیت ہے کہ ان کا کاغذ نہایت اعلیٰ ہوتا ہے ادب کی کوالٹی تو ان کتابوں کے آپ کے پاس ہونے سے ہی ظاہر ہے تو محترم ایسی 100 عدد کتب پیک کر کے بھجوا دیں جن کو پڑھنے کی غلطی کسی نے نہ کی ہو کیونکہ میری ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ اپنے گاہکوں کو اچھے سے اچھے کاغذ میں پکوڑے پلیٹ کردوں

والسلام

طیفا پروپرائٹر چٹخارا سنٹر

(۱۹۹۴ء)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆



# چور کی ڈائری

خیالات کے کدالوں سے معاشی ناہمواریوں کو ہموار کرتا ہوا میں چلا جا رہا تھا جب سامنے سے دوسو کلو میٹر فی گھنٹہ سے آنے والے ''بوئنگ'' نے مجھے زمین پر ''ہموار'' کر دیا۔۔ یک بیک زمین و آسمان دگنی رفتار سے گھومنے لگے۔ ستاروں کی ایک کہکشاں مجھے اپنے گرد گردش کرتی ہوئی نظر آئی۔ جس نے مجھے بھی اپنے ساتھ گھما دیا۔

جب زمین و آسمان کی گردش معمول پر آئی تو میں نے خود کو سڑک پر تشریف فرما پایا۔ بے کار لوگوں کی ایک بڑی تعداد میرے گرد کھڑی میرا تماشہ دیکھنے میں مصروف تھی میں نے سوچا کہ یہ سب لوگ اسی وقت کو کسی مفید کام میں صرف کرتے تو پاکستان کتنی ترقی کر سکتا تھا قوم کے وقت کو مزید برباد ہونے سے بچانے کیلئے فوراً اٹھا تو میری نظر ایک چھوٹی سی سیاہ رنگ کی ڈائری پر پڑی جو میرے نیچے دبی ہوئی تھی میں نے اسے اپنی جیب میں منتقل کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ جیب میں موجودہ رقم کوئی ضرورت مند میری بیہوشی کو نیم رضا۔۔۔۔ سمجھتے ہوئے لے جا چکا ہے۔ بعد کی تحقیقات سے ثابت ہوا کہ

میرے سڑک پر ''رونق افروز'' ہونے کا سبب ''بونگ'' دراصل ایک چور تھا جو دن دیہاڑے موٹر سائیکل چرانے کے بعد اسے سٹارٹ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا تھا اس ''فنی خرابی'' کے باعث اسے ''مشن'' ادھورا چھوڑ کر اندھا دھند فرار ہونا پڑا تھا۔ اس فرار کے دوران اس نے میرے علاوہ اور بھی کئی لوگوں کے تختے الٹائے تھے اور بالآخر چمپت ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

اس سے پہلے کہ پولیس آکر مجھ ''مضروب'' کو مفرور ثابت کرنے کی کامیاب کوشش کرتی میں نے اپنا انجن سٹارٹ کیا اور ٹاپ گیئر لگا دیا۔ اس فوری ایکشن پر کچھ لوگوں نے دماغی چوٹ کے خدشے کا اظہار بھی کیا مگر میں نے رک کر ان سے دماغی صحت کا سرٹیفکٹ حاصل کرنا مناسب نہ سمجھا۔

گھر پہنچ کر سب سے پہلے میں نے ڈائری کھولی تو کسی حسینہ کی بجائے اسی چور کی ثابت ہوئی ڈائری کے مطابق اس چور کا نام چالاک فراری ولد ہوشیار اسراری تھا۔ پہلے صفحے پر لکھا تھا۔

''چوری دراصل مساوات اور برابری جیسے سنہری اصولوں کے نفاذ کی عملی کوشش ہے جس میں سرمایہ زیادہ دولت مند سے کم دولت مند کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ جو سماجی استحصال اور معاشی ناہمواریوں کو کم کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔''

(اقتباس از ''چوری ایک معاشرتی ضرورت'' از چور اعظم حضرت سارق رہزن آبادی)

''چوری ایک قدیم ترین اور دقیق فن لطیف ہے جسے سرانجام دینا ہر کس و ناکس کے بس کا روگ نہیں۔ اس کے ماہرین اس قحط الرجال کے دور میں خال خال ہی پائے جاتے ہیں اکثر ناتجربہ کار موزوں اساتذہ کی تربیت میسر نہ ہونے کے باعث اس فن میں مہارت تامہ حاصل نہیں کر پاتے نتیجتاً یا تو گرفتار ہو کر اس فن کو بدنام کرنے کا باعث



بنتے ہیں یا ڈاکے مارنے کی ذلت سے دوچار ہوتے ہیں جس کے باعث اس فن کے قدردان اب زمانے سے اٹھتے جا رہے ہیں۔ ایک اور بہت بڑی غلط فہمی جو لوگوں میں عام ہے کہ وہ ڈاکو کو بہادر اور چور کو بزدل خیال کرتے ہیں حالانکہ رات کے اندھیرے میں جبکہ بڑے بڑے سورماؤں کا پتہ پانی ہو جاتا ہے چور ہی ہوتا ہے جو اپنی جان جوکھم میں ڈال کر نہایت خاموشی سے لوگوں کے آرام میں خلل ڈالے بغیر اپنا کام مکمل کرتا ہے اور لوگوں کی جان اور آبرو کو بھی کوئی ضرر نہیں پہنچاتا۔ اس کے برعکس ڈاکو کیا بہادری دکھاتے ہیں؟ وہ دن دیہاڑے اسلحہ کی نوک پر واردات کرتے ہیں اور لوگوں کی جان لینے سے بھی نہیں چوکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ ڈاکو کے مقابلے میں چور کہیں زیادہ شرافت اور بہادری کا علمبردار ہوتا ہے۔

(اقتباس از ''چوری کی تاریخ'' از مودا کن ٹھا نقب زنی سپشلسٹ)

ڈائری کے اگلے صفحات پر کچھ تاریخ ساز چوروں کے اسمائے گرامی اور ان کے کارناموں کی مختصر تفصیل درج تھی۔ اس سے آگے اس کے کچھ ہم عصر چوروں کے نام پتے درج تھے۔ ڈائری کے باقی حصے پر مذکورہ چور چالاک فراری کے ذاتی کیریئر کی اہم وارداتوں کی تفصیل تھی آپ کی دلچسپی کیلئے ان میں سے کچھ کا حال درج کیا جا رہا ہے۔

☆☆

فنِ چوری میں میرا کوئی استاد نہیں اسی لیے کیریئر کی ابتدا میں بہت ماریں کھائیں دراصل بہت چھوٹی عمر میں ہی باقاعدہ چوری کرنا شروع کر دی تھی جس کے باعث ابتداً گھر والے پھر محلے والے اپنی چیزوں کی حفاظت کے عادی ہوتے چلے گئے۔ بچپن کے انہی دنوں کا ایک یادگار واقعہ ہے کہ ہم نے لنچ میں پڑوسیوں کا مرغ تناول

کرنے کا پروگرام بنایا۔ دوپہر کو جب سب لوگ قیلولے میں مصروف تھے سنسان گلی میں پڑوسیوں کا مرغ ہمارے پھینکے ہوئے دانے کھانے میں یوں مصروف تھا جیسے لیڈر عوام کا پیسہ کھانے میں مشغول ہوتے ہیں۔ ہم چپکے چپکے قدم بہ قدم آگے بڑھ رہے تھے جب ہم عین اس کے سر پر پہنچ کر جھپٹا مارنے ہی والے تھے کہ پڑوسیوں کی لڑکی اسے تلاش کرتے ہوئے آپہنچی ہم نے بڑے ادب سے مرغ پکڑ کر اس کے حوالے کردیا جیسے ہم وہاں اسی فرض کو سرانجام دینے کیلئے موجود ہوں وہ چونکہ ہمیں اپنے مرغ کے ساتھ مشکوک حالت میں دیکھ چکی تھی۔ اس لئے اس نے بجائے شکریے - - - - کے شکایت کا راستہ اختیار کیا جس پر چل کر اس کی والدہ ہماری والدہ تک پہنچیں اور پھر رات کو والد صاحب کے ہاتھوں تشدد کی نئی تاریخ رقم ہوئی۔

تیسرے دن جب ہماری طبیعت کچھ سنبھلی تو محسوس ہوا کہ توانائی کو بحال کرنے کے لئے مذکورہ مرغ تناول کرنا ہم پر لازم ہو چکا ہے۔ اس فریضے سے سبکدوش ہونے کے لئے اسی دوپہر کو کچھ دوستوں کی مدد سے دوسرے محلے میں پھرنے والی چند مرغیوں کو گھیر گھار کر پڑوسیوں کے دروازے کے قریب لے آئے جہاں ہمارے پھینکے ہوئے دانے پہلے ہی ان کے منتظر تھے۔

ان کے دانہ چگنے میں محو ہونے کے تھوڑی دیر بعد ہی ان کی آوازیں سن کر پڑوسیوں کا مرغ ساری پابندیاں توڑ کر جھومتا جھامتا گھر سے نکلا۔ نئی مرغیوں کو دیکھتے ہی اس کی ''چونچیں'' کھل اٹھیں۔ اور وہ ادھر ادھر بھاگتے ہوئے مرغیوں کو ''ورغلانے'' کی کوشش کرنے لگا جب وہ پوری طرح ان مرغیوں کے ''دام حسن'' میں گرفتار ہو چکا تو پروگرام کے مطابق ہم سب نے ایک ایک مرغی اٹھائی اور ایک طرف چلنے لگے حسب توقع مرغ فریاد کناں ہمارے پیچھے پیچھے رواں تھا یوں لگتا تھا جیسے وہ اپنی



زبان میں غالب کی کوئی غزل پڑھ رہا ہو۔ ایک ویران جگہ دیکھ کر ہم نے مرغ اپنی بغل میں منتقل کیا اور اس کے بعد وہ مرغیوں کے ساتھ رنگ رلیاں منانے کی حسرت دل میں لئے چپ چاپ ہمارے معدوں تک سفر کر گیا۔ بڑی خوبیاں تھیں مرنے والے میں حق مغفرت کرے عجب ''آزاد مرغ'' تھا۔

☆☆

ایک دن بدتمیز لنگوٹیا ملنے آیا۔ اس کا منہ کالا باغ ڈیم کی طرح لٹکا ہوا تھا۔

''یار ہمیں تمہارے فن کا کیا فائدہ''؟ وہ آتے ہی برس پڑا۔

''کیوں، کیا ہوا''؟ ہم نے پوچھا۔

''وہ غالب کی اولاد دسالا برزخ خیالوی ایک ماہ سے ہر صبح چھ بجے جگا کر ناشتے میں دس غزلیں نہار منہ سناتا ہے اگر چند دن یہی حالت رہی تو میں پاگل ہو جاؤں گا یا خودکشی کرلوں گا۔'' بدتمیز نے وضاحت کی۔

''ہاں یار! اچھا خاصا معقول آدمی تھا نجانے کس کی نظر لگ گئی۔ تم یہ بتاؤ کہ تم کیا چاہتے ہو۔''؟

''اگر تم کسی طرح اس کا دیوان چوری کرلو تو یہ میری آئندہ نسلوں پر احسان ہوگا۔''

''تم بے فکر ہو کر اب جاؤ ہم جانیں اور ہمارا کام۔'' ہم نے اسے تسلی دے کر رخصت کیا۔

رات کو ہم نے برزخ خیالوی کے دروازے کی گھنٹی یعنی کنڈی بجائی۔ آدھ گھنٹہ بعد برزخ خیالوی صاحب ہماری شاگردی کی رسم کے ''خواب آور'' لڈو کھاتے ہوئے بے انتہا خوش تھے کہ اس خودغرض اور مطلبی دنیا میں ان کے سچے پرستار اور قدردان بھی موجود ہیں۔ پھر سخن درازی کرتے کرتے جب برزخ صاحب لمبے ہوگئے تو ہم نے

ٹوپی اتار کر جیب میں موجود واک مین کا ہیڈ فون کانوں سے نکالا اور ان کی شاعری کا مسودہ ان کی خوابیدہ گرفت سے اپنے کوٹ کی جیب میں منتقل کیا۔ کچھ دیر بعد ہم نے برزخ خیالی کی چار کلو شاعری بدتمیز لنگوٹیا کے حوالے کر دی کہ وہ اس کی حسبِ خواہش عزت افزائی کر سکے۔ بدتمیز لنگوٹیا نے ہمیں دعائیں دیتے ہوئے رخصت کیا مگر ہم آنے سے پہلے اس کی نظر بچا کر اس کے ڈرائنگ روم میں موجود چند شو پیس معاوضے کے طور پر اٹھانا نہیں بھولے تھے۔

کچھ دن بعد بدتمیز سے ملاقات ہوئی تو اس کا منہ مسئلہ کشمیر سے بھی زیادہ لٹکا ہوا تھا۔

''برزخ نے میرے خلاف قیمتی کاغذات کی چوری کا پرچہ درج کرا دیا ہے۔'' بدتمیز نے بتایا۔ ''مزید اس نے دو دیوان مرتب کرنے کی دھمکی بھی دی ہے۔''

☆☆

اس دن چوکیدار کے عدم تعاون کی وجہ سے تین مکانوں میں نقب لگانے میں ناکام ہو کر بذریعہ چھت داخلے کا پروگرام بنایا ایک اچھی حالت کا مکان دیکھ کر کھڑکی، شیڈ اور روشندان کے راستے چھت پر پہنچا۔ اندھیرے میں سیڑھیوں کی طرف پیش قدمی کی ہی تھی کہ یک بیک کششِ ثقل کی بدمعاشی کے باعث خود کو بغیر سیڑھیوں کی مدد کے نیچے پایا۔ بے ہوش ہونے سے قبل ہم پر یہ انکشاف ہو چکا تھا کہ وہاں سے چھت کا کچھ حصہ گرا ہوا تھا۔ نامعقول مالک مکان نے نہ تو وہاں رکاوٹ رکھی تھی اور نہ اشارتی جھنڈی ہم کو تو جو پرابلم ہوئی سو ہوئی ان کے اپنے بچے بھی تو وہاں سے گر سکتے تھے۔

آجکل لوگ کس قدر لاپرواہ اور غیر ذمہ دار ہو گئے ہیں۔



حسبِ توقع ہوش بڑے مہمان خانے یعنی تھانے میں آیا تو کالی وردی والے منکر نکیر صاحبان کو سر پر مسلط پایا۔ ہمیں ہوش میں لانے کا کارنامہ انہی میں سے کسی صاحب کی لات مبارک نے سرانجام دیا تھا کیونکہ اس وقت ہمیں کمر میں تازہ تازہ درد محسوس ہو رہا تھا۔ ہمارے نزدیک ہی کرسیوں پر کچھ معزز صورتیں تشریف فرما تھیں ہم نے اندازہ لگایا کہ ہو نہ ہو یہ وہی لوگ ہیں جو اپنی ایک حماقت کے باعث ہمارے فن سے محروم ہو گئے ہیں۔ اس سے قبل کہ ہم ان کی بدقسمتی پر آٹھ آٹھ آنسو بہاتے۔ تھانے دار صاحب گویا ہوئے۔

''تم نے چھپ کر ان کے گھر میں داخل ہونے کوشش کیوں کی۔''؟ تھانیدار نے ایک صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''اس لیے کہ یہ مجھے خود سے چوری کی دعوت کبھی نہ دیتے'' ہم نے صاف گوئی سے کام لیا۔

''گویا تم اقرار جرم کر رہے ہو''۔ ''پھر تو یہ معاملہ اور بھی آسان ہو گیا مدعی اور گواہان پہلے ہی تیار ہیں۔'' تھانے دار نے کرسیوں پر بیٹھے ہوئے معززین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

''اور کون کون تھا تمہارے ساتھ، میرا مطلب ہے کہ اعانت جرم کس کس نے کی۔''؟ تھانیدار نے پوچھا۔

''یہ تقریباً سب میرے ساتھی ہیں۔'' میں نے کرسیوں کی طرف بیٹھے ہوئے گواہان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ تو انہیں ایک دم جیسے بجلی کے بل نے کاٹ لیا۔

''یہ جھوٹ بول رہا ہے'' انھوں نے چلا کر کہا۔ ''ہم شریف لوگ ہیں''۔

الغرض اپنی شرافت بچانے کیلئے انہیں ناچار ہمیں شرافت کا سرٹیفکیٹ دینا پڑا۔ تھانے

سے باہر آ کر ہم نے مدعی کو متنبہ کیا فوراً اپنی چھت کی مرمت کراؤ تمہاری چھت سے گر کر میرے ہاتھ پاؤں ٹوٹ جاتے تو کون ذمہ دار ہوتا۔ مدعی نے وعدہ کیا کہ آئندہ شکایت نہیں ہوگی۔

☆☆

محلے کی امیر لڑکیوں میں حسد اور تشویش کی لہر دوڑ گئی جب مس پٹاخہ چنگاری نے ان کی اترن پہننے کی بجائے جدید فیشن کے نئے نویلے ملبوسات پہننا شروع کر دیے یہ انقلاب مجھے بھی ہضم نہ ہو سکا کیونکہ مس پٹاخہ کا تعلق سفید پوشوں کے نچلے طبقے سے تھا بعد کی تحقیق سے میں مس پٹاخہ کی خفیہ صلاحیتوں کا قائل ہو گیا کیونکہ وہ روزانہ فیشن مارکیٹ کا قصد کرتی تھی اور کسی نہ کسی دکان پر پسند کرنے کیلئے ملبوسات وغیرہ نکلواتی بالآخر آدھ پون گھنٹے کی مغز ماری کے بعد بغیر کوئی چیز خریدے باہر آ جاتی تھی مگر اس دوران وہ اپنی صلاحیتوں کا اظہار کر چکی ہوتی تھی اور واپس گھر پہنچنے پر وہ کچھ نہ کچھ اڑا کر لانے میں کامیاب ہو چکی ہوتی تھی۔ خوبصورتی سے بڑھ کر اس کی اس ادا نے مجھے گھائل کیا اور نہایت صفائی سے وہ میرے سینے میں نقب لگا کر میرا دل چرا کر لے گئی۔ مجھے قوی امید تھی کہ دو فنکاروں کا یہ ساتھ ترقی کے نئے راستے کھول دے گا۔

ہم گھنٹوں بیٹھے مستقبل کے لئے منافع بخش منصوبے تیار کرتے رہتے بالآخر ہم نے شادی کا خوفناک فیصلہ کر لیا۔ معاہدے کے مطابق مس پٹاخہ کا جہیز بھی مجھے تیار کرنا تھا اور میری خواہش تھی کہ اس کا جہیز اتنا مثالی ہو کہ بڑی بڑی امیر زادیوں کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں اس کے لئے مجھے فیشن مارکیٹ میں لگاتار ایمرجنسی چوریاں کرنا پڑیں ہر دفعہ مس پٹاخہ چیزوں کو ناپسند کر دیتی جو اگلی رات بدلنا پڑتیں روز روز وارداتوں سے مارکیٹ والے ہوشیار ہو گئے نتیجتاً مجھے چند ماہ کے لئے ''سرکاری مہمان'' بننا



پڑا۔ حکومتی ''مہمان نوازیوں'' سے جان چھڑا کر جب میں واپس پہنچا تو مس پٹاخہ کسی جیب کترے کے ساتھ فرار ہو چکی تھی۔ میں وفا کی میت پر آنسو بہانے کے سوا کچھ نہ کر سکا۔

☆☆

میں اپنی گونا گوں ''خصوصیات'' اور روز روز کے ''کارہائے نمایاں'' کی بدولت شہر میں اس قدر ہر دلعزیز ہو چکا تھا کہ ہر تھانے کے ذمہ دار افسران مجھے روزانہ ملے بغیر چین نہیں پاتے تھے۔ شہرت کی اس قدر زیادتی سے اکتا کر میں نے گاؤں کا رخ کیا تا کہ کچھ دن اپنے دوست عیار فریبی کو مہمان نوازی کا شرف بخشا جائے بس کے سفر کے ذریعے مکمل ورزشی پروگرام سے مستفید ہو کر جب میں عیار فریبی کے گاؤں اتفاق آباد پہنچا تو سورج فرار ہونے کے لئے پر تول رہا تھا مرکزی پگڈنڈی سے کچھ دور کھیتوں میں ایک شخص انگریزی والا پانی بنا رہا تھا قریب ہی اس کا نیا سائیکل کھڑا ہمارے فن کو منہ چڑا رہا تھا۔ ہم اپنے فن کی یہ توہین برداشت نہ کر سکے نتیجہ یہ کہ واٹر سپلائی کے بعد وہ ہمیں چوتھے گیئر میں سائیکل اڑا کر جاتے دیکھنے کے سوا کچھ نہ کر سکا۔ عیار فریبی کو ہم نے اپنے تازہ کارنامے سے آگاہ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ یہی سمجھا کہ ہم شہر سے ہی سائیکل پر آئے ہیں۔ باہمی دلچسپی کے امور پر بات کرتے ہوئے عیار فریبی نے بتایا کہ ہمارا لنگوٹیا چالباز فراڈیا کسی نوکریوں والی سرکار کا مزار بنا کر راتوں رات پیر بن بیٹھا ہے جاہل عوام ٹوٹے پڑ رہے ہیں اور وہ دونوں ہاتھوں سے ان کو لوٹ رہا ہے۔ دوسرے دن ہم اسے اس نئے اور معزز کاروبار کی مبارکباد دینے گئے اور واپسی پر نذرانوں کا ایک صندوقچہ اور کسی مرید کی گھوڑی پار کر لائے۔ بدقسمتی سے گھوڑی کے مالک نے ہمیں راستے میں دیکھ لیا۔

گھوڑی پہچان کر اس نے مجھے اپنے ڈیرے پر قید کر لیا اطلاع بھجوانے پر عیار فریبی میرے اڑائے ہوئے سائیکل پر ڈیرے پہنچا تو آتے ہی دھر لیا گیا کیونکہ وہ سائیکل بھی اتفاق سے انہی کی تھی۔ مال مسروقہ خود مالکوں تک پہنچانے کی شائد یہ پہلی روایت تھی اور چاہیے تو یہ تھا کہ اس پر ہماری عزت افزائی کی جاتی مگر ان ناشکروں نے ہمارے اعضائے رئیسہ وغریبہ پر ڈنڈوں سے منفرد تجربے کیے۔ جن کے باعث مجھے اپنا دورہ مختصر کر کے جلد واپس آنا پڑا۔

☆☆

آئے دن پولیس اور عوام کے ہاتھوں چوروں کے حقوق کی پامالی اور میڈیا میں ان کی ''کردار کشی'' کے سدِ باب کیلئے ضرورت محسوس ہوئی کہ جس طرح معاشرے میں ہر طبقے، پیشے اور نظریئے کے افراد نے اپنے حقوق کے تحفظ اور خیالات کی ترویج کیلئے اپنی تنظیمیں قائم کر رکھیں ہیں اسی طرح چوروں کی بھی کوئی نمائندہ تنظیم ہونی چاہئے جو معاشرے میں ان کے ''باعزت مقام'' کی بحالی کے لئے ان کے حقوق کی جنگ لڑ سکے اسی سوچ کے تحت میں نے پاکستان بھر سے نمایاں مقام کے حامل ممتاز چوروں کو مدعو کیا ایک سیٹھ کی تجوری کے ''تعاون'' سے ان کی خاطر تواضع کی اور ان کے سامنے یہ گمبھیر مسئلہ رکھا۔ معمولی بحث وتکرار کے بعد تنظیم کا نام آل پاکستان چور ایسوسی ایشن تجویز ہوا جس کی صدارت کے لیے سب نے پیٹ میں جانے والے مرغوں کی ''بانگوں'' کے زیرِ اثر مجھ پر اعتماد کا اظہار کیا۔ جس کے بعد میں نے فنِ چوری میں نمایاں خدمات وقربانیوں، پولیس مقدمات اور تجربے کے تناظر میں نائب صدر، جنرل سکریٹری اور جوائنٹ سکریٹری کی ذمہ داریاں موزوں افراد کے سپرد



کیں۔ خزانچی کی نازک اور اہم ذمہ داری کیلئے کسی غیر چور ایماندار آدمی کو متعین کرنے کا فیصلہ ہوا جس کی تلاش کیلئے جنرل سکریٹری کی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ سرپرستی کیلئے مقامی تھانوں کے انچارج صاحبان کی خدمات حاصل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ جبکہ مشاورت اور رہنمائی کیلئے ریٹائرڈ چوروں کو میدان میں لانے پر اتفاق ہوا۔ تنظیم کے اس تاسیسی اجلاس میں آئندہ لائحہ عمل کیلئے مندرجہ ذیل فیصلے کیے گئے۔

☆ فوری طور پر ایک فنڈ قائم کیا جائے گا جس میں ہر ممبر اپنی چوری کا دس فیصد پوری ایمانداری سے جمع کرائے گا جس کی مدد سے تنظیم کے اخراجات پورے کیئے جائیں گے اور پولیس کی خدمت کے علاوہ چوروں کی فلاح کے منصوبے ترتیب دیے جائیں گے۔

☆ فنڈ کے تحت ایک انشورنس اسکیم متعارف کرائی جائے گی جو واردات کے دوران مرنے یا زخمی اور گرفتار ہو جانے والے چوروں اور ان کے پسماندگان کی بحالی میں تعاون کرے گی۔

☆ اجلاس میں شریک ہونے والا ہر نمائندہ اپنے شہر میں تنظیم کا ذمہ دار ہو گا جو مقامی چوروں کی مدد سے مقامی سطح پر ایسوسی ایشن قائم کرے گا اور ہر مہینے کے آخر میں باری باری ہر شہر میں منعقد ہونے والے تنظیم کے مرکزی اجلاس میں اپنی کارکردگی کی رپورٹ پیش کرے گا۔

☆ ایک علاقے کا چور بلا اجازت دوسرے چور کے علاقے میں واردات نہیں کریگا۔ ایمرجنسی کی صورت میں اسے اپنی واردات کا تیس فیصد اس علاقے کے چور کو دینا ہوگا۔ خلاف ورزی کی صورت میں تنظیم تمام مال ضبط کر لے گی۔

☆ ہر شہر میں تنظیم چوری کے ٹریننگ سنٹر قائم کرے گی جہاں پر پرانے اور تجربہ کار چور نئے لوگوں کو تربیت دیں گے۔

☆ تنظیم وقتاً فوقتاً چوری کے مختلف مقابلوں کا انعقاد بھی کرے گی جس میں کامیاب ہونے والوں کو مرکزی فنڈ سے نقد انعامات دیے جائیں گے علاوہ ازیں سال بھر کی کارکردگی کے جائزے کے نتیجے میں مجلس مشاورت کے فیصلے کے مطابق ہر سال تین چوروں کو بہترین کارکردگی پر ایوارڈز اور نقد انعام دیے جائیں گے۔

☆ تنظیم کسی ذہین صحافی کو معقول تنخواہ پر ملازم رکھے گی جو میڈیا میں ہمارے حقوق کی جنگ لڑے گا اور ہمارے حق میں رائے عامہ کو ہموار کرے گا۔

☆ مندرجہ ذیل گھروں میں چوری سختی سے منع ہوگی۔ خلاف ورزی پر دس ہزار روپے جرمانہ اور تنظیم سے اخراج کی سزا دی جائے گی۔

(۱) کسی غریب کے گھر میں (۲) کس ہم پیشہ کے گھر میں (۳) کسی ایسے گھر میں جہاں جہیز موجود ہو (۴) کسی شاعر یا ادیب کے گھر میں (۵) کسی ٹیچر کے گھر میں۔

☆ مندرجہ ذیل کے گھر میں چوری کرنے والے کو خصوصی اعزاز دیا جائے گا۔

(۱) کسی پولیس مین کے گھر (۲) کسی سیاستدان کے گھر (۳) کسی ڈاکو کے گھر (۴) کسی کسٹم آفیسر کے گھر (۵) کسی بلیک میلر صحافی کے گھر۔

☆ واردات کے دوران کسی بھی قسم کے اسلحے کا استعمال ممنوع ہوگا۔ خلاف ورزی کرنے والے کو ڈاکو برادری کا فرد تصور کرتے ہوئے تنظیم سے نکال دیا جائے گا۔ البتہ ذاتی حفاظت کیلئے چھوٹا موٹا چاقو رکھنے کی اجازت ہوگی لیکن چور اور ڈاکو میں جو باریک سا فرق ہے اسے ہمیشہ ملحوظ رکھا جائے ۔

☆ ہمیشہ ہماری برادری کے کچھ افراد لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اسمبلی



میں تو پہنچ جاتے ہیں لیکن وہ اپنے مفادات کے غلام ہو کر رہ جاتے ہیں اور برادری کیلئے کوئی مراعات حاصل نہیں کرتے اس لیے آئندہ ایسوسی ایشن کے ٹکٹ پر موزوں امیدوار کھڑے کئے جائیں گے جو اسمبلی میں پہنچ کر ہماری مؤثر نمائندگی کریں اور برادری کیخلاف کسی قسم کی قانون سازی کا راستہ روک کر اس کیلئے مراعات حاصل کریں۔

☆ معاشرے میں معزز چوروں کی کمی نہیں جنہوں نے اپنے چہروں پر قسم قسم کے نقاب اوڑھ رکھے ہیں تنظیم ایسی فضا قائم کرنے کیلئے کوشاں رہے گی کہ وہ لوگ یہ خوشنما نقاب اُتار کر منافقانہ زندگی سے تائب ہو کر باقاعدہ طور پر ہم میں شامل ہو جائیں۔

☆ اپنی دعوت کو عام کرنے کیلئے ایسوسی ایشن جلد اپنا اخبار نکالے گی جس میں کامیاب چوروں اور ان کی وارداتوں کو نمایاں کوریج دی جائے گی۔ مستقبل میں ریڈیو اور ٹی وی اسٹیشن کے قیام کیلئے بھی منصوبہ بندی کی جائے گی۔

☆ جو چور اس استحصالی معاشرے سے اپنا حق چھین کر ایک معقول رقم اکٹھی کر لے اس کی درخواست پر اسے کوئی بھی معزز کاروبار کرنے میں پوری مدد دے گی تا کہ وہ معاشرے میں ایک شریف شہری کی حیثیت سے نئی زندگی شروع کر سکے۔ البتہ اس پر لازم ہوگا کہ وہ اپنی آمدنی کا تین فیصد سالانہ ایسوسی ایشن کے فنڈ میں جمع کراتا رہے

☆ سزایابی ------ یا حادثے کی صورت میں معذور ہو--- جانے والے چوروں کو ایسوسی ایشن آسان اقساط پر قرضے بھی فراہم کریگی۔ تا کہ وہ کاروبار وغیرہ کر کے معاشرے میں باعزت زندگی گزار سکیں۔

☆ پکڑے جانے کی صورت میں عموماً پولیس ہمارے ساتھ وہ سلوک نہیں کرتی جو

عوام کرتے ہیں بعض اندوہ ناک واقعات میں تو چوروں کو قتل تک کر دیا جاتا ہے۔ ایسوسی ایشن بنیادی حقوق کی اس تلفی کے معاملے کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں اٹھائے گی۔

☆ چور کی ''قانونی'' عمر اٹھارہ تا چالیس سال تصور ہوگی اور اسی عمر کے دوران ممبر شپ دی جائے گی (مرد عورت کی تخصیص نہیں) ریٹائر ہونے پر ہر ممبر کو مرکزی فنڈ سے معقول پنشن کے علاوہ مجلس مشاورت کی اعزازی رکنیت ملے گی۔

☆☆

شامت نے سیٹی بجائی تو اپنے دوست بلیڈ قینچی پوری (ماہر جیب تراش) کے ورغلانے پر موٹروے کے سفر سے مستفید ہونے کا فیصلہ کیا۔ بلیڈ قینچی پوری نے تابڑ توڑ دلائل سے جیب تراشی کو چوری کی نہایت اعلیٰ صنف قرار دینے کے بعد کچھ زمینی حقائق یوں گھما کر پیش کئے جن سے ثابت ہوتا تھا کہ موٹروے ٹرانسپورٹ اور اس کے قیام طعام کے مقامات ہمارے فن کے اظہار کیلئے وسیع میدانوں کا درجہ رکھتے ہیں اس کے خیال میں یہاں ہمارے مالا مال ہونے کے چانس سو فیصد تھے کیونکہ موٹر وے اور اس کے متعلقات پر کسی غریب یا خالی جیب احمق سے مڈبھیڑ کا قطعی امکان نہیں تھا۔ سفر خرچ چونکہ بلیڈ قینچی پوری کے ذمے تھا لہٰذا گھر سے بس سٹاپ تک دو راہ گیروں اور ایک رکشہ ڈرائیور کی جیبوں پر کامیاب ''طبع آزمائی'' کے بعد اس نے ٹکٹ وغیرہ کیلئے درکار رقم کا با آسانی بندوبست کر لیا تھا۔ لائن میں کھڑے ہو کر اسلام آباد کیلئے ٹکٹ حاصل کرنے کے دوران اس نے قیام وطعام کے اخراجات کیلئے اضافی رقم کا بھی بندبست کر لیا۔ اس نے ٹکٹ خصوصی ٹرانسپورٹ سروس کے لئے تھے جس کی سپیڈ رکشے کے میٹر سے بھی زیادہ تھی۔ یوں تو ایک اس سے بھی زیادہ برق



رفتار ٹرانسپورٹ موجود تھی جس میں مسافروں کی خاطر تواضع کیلئے ایک ''روڈ ہوسٹس'' کا بھی انتظام تھا بلیڈ قینچی پوری نے اس کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے کے باوجود اس ٹرانسپورٹ میں ایک صحتمند باوردی گارڈ کی موجودگی کے ''مسئلے'' کے باعث ان کی خدمات سے فائدہ اٹھانا موزوں خیال نہ کیا۔

سفر شروع ہوا تو ہم ''اندرونی'' اور بیرونی ''نظاروں'' کی خوبصورتیوں میں کھو گئے۔ موٹروے پر ان دونوں قسم کے ''نظاروں'' کی بہتات دیکھ کر ہمیں ان لوگوں کا ''مسئلہ'' سمجھ میں آ گیا جنہوں نے بلا ضرورت لاہور اسلام آباد موٹروے سفر کو ایک پسندیدہ مشغلے کی حیثیت دے رکھی ہے۔ موٹروے نہایت عظیم الشان شاہکار ہے لیکن ہر اعلیٰ چیز کی طرح غریب کی رسائی سے دور۔ دیگر سڑکوں پر تو غریب پیدل مارچ کر کے یا اپنے جانوروں کو ہانک کر ٹریفک میں خلل ڈال کر دل پشاوری کر لیتا ہے مگر موٹروے پر تو جنگلوں کی ''سماجی رکاوٹ'' کے باعث وہ اس ''تفریح'' سے بھی محروم ہے۔ بلیڈ قینچی پوری نے سیٹیں الگ الگ لی تھیں تاکہ دوران سفر بھی اسے اپنے فن کے اظہار میں مشکل پیش نہ آئے خوش قسمتی سے اس کا ہم ''سفر'' کوئی ''ضخیم'' آسامی لگ رہا تھا جو عین مجھ سے پچھلی سیٹ پر بلیڈ قینچی پوری کی صحبت کا شرف حاصل کر چکا تھا۔ بلیڈ قینچی پوری اب تک اس سے اس حد تک راہ و رسم بڑھا چکا تھا کہ رخصت ہوتے وقت بہر صورت بلیڈ قینچی پوری سے الوداعی معانقہ کرنا پڑتا اور یہی موقع بلیڈ قینچی پوری کے فن کی آزمائش کا ہوتا۔ رخصتی سے قبل بھی بلیڈ قینچی پوری اپنا کام دکھا سکتا تھا مگر اس صورت میں شک اور پکڑے جانے کے امکانات خاصے روشن تھے۔

مجھے ہم سفری کا شرف بخشنے والے زاہد خشک کی تمام نشانیوں کی منہ بولتی تصویر تھے عین جوانی میں ایک ضخیم داڑھی کے حامل تھے اس قدر حسین ''نظاروں'' کی موجودگی کے

باوجود نہایت بدذوقی کا ثبوت دیتے ہوئے آنکھیں نیچی کیے زیرِ لب کچھ پڑھنے میں مصروف تھے شاید لاحول۔۔۔وغیرہ غالباً انہوں نے کوچ میں سوار ہوتے وقت کسی فرد کو میک اپ زدہ حالت میں دیکھ لیا تھا جو اب تک نارمل نہ ہو سکے تھے۔ کافی دیر بعد انہوں نے نگاہ اٹھا کر میری طرف دیکھا تو مجھے ایک کتابی چہرے کی ''ورق گردانی'' کرتے پایا۔ ناک بھوں چڑھا کر میری طرف دیکھا اور شاید کچھ ارشاد بھی فرمایا جسے میں اپنی محویت کی وجہ سے سن نہ سکا بالآخر مجھے انہوں نے جھنجوڑ کر اپنی طرف متوجہ کیا۔ فضا غیر موزوں ہو جانے کے بعد مجھے ''مطالعے'' کا سلسلہ روک دینا پڑا کیونکہ ادھر مولوی صاحب نئی نسل کی بے راہ روی، بے پردگی اور کردار کی پختگی جیسے عوامی موضوعات پر وعظ میں مصروف تھے۔ ان کے وعظ کا دورانیہ مختصر کرنے کیلئے میں نے انہی کے دستِ حق پرست پر توبہ کی اور جونہی مولوی صاحب مطمئن ہو کر مراقبے میں چلے گئے میں ایک گول چہرے کی گولائیوں سے پھسلتا اس کی آنکھوں کی گہرائیوں میں بغیر لائف بوٹ کے اتر گیا۔

پہلے قیام وطعام پوائنٹ پر اترے تو زرق برق ملبوسات رنگین آنچلوں اور میک اپ سے چمکتے چہروں کے باعث آنکھیں خیرہ ہو گئیں کچھ نے تو لباسی (بروزن لفاظی) کی انتہا کی ہوئی تھی جبکہ کچھ نے تو محض ''علامتی لباس'' پہن رکھا تھا۔ میں تو ان پر ہی ''تنقیدی نگاہیں'' ڈالتا رہا جبکہ بلیڈ قینچی پوری اپنے کام میں مصروف رہا۔ امراء کے رش کے باعث اس نے بیک وقت کثیر مقدار میں مہنگی جیبیں کاٹنے کا نیا ریکارڈ قائم کیا اس کے اس قدر پرجوش ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے تئیں معاشی استحصال کے بدلے لینے میں مصروف تھا حالانکہ معاشی مساوات کیلئے اس کی یہ کاوشیں محض انفرادی سطح پر تھیں جن سے اجتماعی سطح پر کوئی انقلاب آنے کی توقع ایسی تھی جیسے کہ چور سے



امانتداری کی توقع کی جائے۔ جب بلیڈ قینچی پوری کام مکمل کر کے پلٹا تو میں ایک ''مجسم علامتی'' افسانے پر تنقیدی مقالہ تیار کرتے کرتے بہت تفصیل میں جا چکا تھا اگر بلیڈ مجھے کھینچ کر کیفے میں نہ لے جاتا تو شادی کے لالے پڑنے کا شدید خطرہ تھا کسی بدمزگی کے بغیر حیرت انگیز کامیابی کی خوشی میں بلیڈ قینچی پوری نے کیفے میں سخاوت کی نئی تاریخ رقم کی حتیٰ کہ مجھے حاتم طائی کی قبر دوبارہ تعمیر کرنے کیلئے ازسرِ نو ٹنڈرز طلب کرنے پڑے۔ واپس کوچ کی طرف لوٹتے ہوئے بلیڈ نے مجھے شدید لعنت ملامت کی کہ میں نے نہایت قیمتی وقت آوارگی میں ضائع کر دیا حالانکہ میں اس دوران کسی مسافر کا ایک آدھ بیگ ہی پار کر لیتا تو وارے نیارے ہو جاتے جبکہ آوارگی تو کسی اور وقت بھی ہو سکتی تھی۔ البتہ میرے خیالات بلیڈ کے خیالوں سے میلوں دور واقع تھے۔ میرے لیے یہ بلیڈ کے خرچ پر محض ایک تفریحی ٹور تھا جس میں دھندہ کر کے اسے کاروباری ٹور میں بدل کر میں کوئی بھی بدمزگی پیدا کرنے کے حق میں نہیں تھا جبکہ بلیڈ کا یہ خالصتاً (خالصتان نہیں) کاروباری ٹور تھا۔

جسمانی غذایابی کے بعد دوبارہ محوِ سفر ہوتے ہی ڈرائیور صاحب کو یاد آیا کہ ان کی روح کافی دیر سے بھوکی ہے لہٰذا انہوں نے کیسٹ پلیئر آن کر کے ایک جدید ترقی پسند گیت کے ذریعے روح کو غذا دینا شروع کر دی۔

اس گیت کے اخلاق شکن مصرعے کسی بھی شریف آدمی کی روح کیلئے سزا سے کم ہرگز نہ تھے۔ یہ مصرعے جب میرے پڑوسی مولوی صاحب کی روح تک پہنچے تو وہ تڑپ کر اٹھے پہلے ڈرائیور کو تفصیلی ڈانٹ پلائی جس میں خوفِ خدا، یکسوئی، ذکر اذکار غفلت اور فحاشی کے الفاظ بار بار استعمال کئے جن سے خوفزدہ ہو کر ڈرائیور نے کیسٹ پلئیر آف کر دیا۔ بعدازاں مولوی صاحب نے مڑ کر فاتحانہ نظروں سے

مسافروں کی طرف دیکھا۔ نوجوان نسل نے ناگواری سے مولوی صاحب کی طرف دیکھا مگر مولوی صاحب نے بے نیازی سے کام لیتے ہوئے درگزر کیا اور اپنی جائے قیام کو منبر اور مسافروں کو حاضرین فرض کرتے ہوئے کافرانہ تہذیب و ثقافت، رقص و سرود، بے حیائی، بے مہار آزادی، ٹی وی، وی سی آر، ڈش وغیرہ کے ملے جلے موضوعات پر ایک نہایت مبسوط فی البدیہہ تقریر کی اور آخر میں نہایت دردناک انداز میں سب کو دعوت فکر و عمل دی جب وہ پسینہ پونچھتے ہوئے دوبارہ سیٹ پر تشریف فرما ہوئے تو کئی مسافروں کی آنکھیں اشک بار تھیں۔ یہ تقریر میرے مُردہ ضمیر کیلئے طاقت کا انجکشن ثابت ہوئی اور اس نے ہوش میں آکر مجھے تھپڑ مارنے شروع کر دیے۔ ایسے ہی آخری سیٹوں پر بیٹھے کسی مسافر کا دل تڑپا اور اس نے روتے ہوئے آکر مولوی صاحب کے قدموں میں سر رکھ دیا اور مریدی کا طلب گار ہوا۔ مولوی صاحب نے کمال شفقت فرماتے ہوئے اس کی خواہش پوری کر دی جس کے بعد مذکورہ مسافر نے اعلان کیا کہ اسے اپنے گھر بچہ ہونے کی اطلاع ملی تھی اور وہ اس خوشی کے موقع پر خاندان والوں کیلئے مٹھائی کے ڈبے وغیرہ لے جا رہا تھا لیکن اب وہ اس مٹھائی کو مولوی صاحب کا مرید ہونے کی خوشی میں مسافروں میں بانٹنا چاہتا ہے۔ مولوی صاحب نے اس کی اجازت دے دی اور اس مسافر نے مٹھائی تقسیم کرنا شروع کر دی۔ چونکہ کیفے میں میں نے مال مفت دلِ بے رحم کے سنہری اصول پر عمل کرتے ہوئے آئندہ دو دن کا کھانا بھی پیٹ میں ریزرو کر لیا تھا اس لیے میرے پیٹ کے کسی کونے میں بھی کچھ کھانے کی ذرا گنجائش نہ تھی لہذا میں نے تبرک کے طور پر ملنے والا لڈو کھایا تو نہیں البتہ نظر بچا کر جیب میں ڈال لیا مولوی صاحب نے شوگر کا اعلان کر کے معذرت کر لی اور ڈرائیور تک پہنچتے پہنچتے ڈبے خالی ہو گئے۔ یوں مرید



باصفا خود بھی محروم رہ گئے بہر حال باقی سب لوگ بشمول بلیڈ قینچی پوری شریک سعادت ہو گئے۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ مریدی کی خوشی کے ''خواب آور'' لڈوؤں نے اثر دکھانا شروع کر دیا اور مسافر ''کوما'' میں جانے لگے عین اسی وقت مولوی صاحب بجلی کی سی تیزی سے اٹھے اور ریوالور نکال کر ڈرائیور کے سر پر پہنچ گئے اور اسے پستول کی ''زیارت'' کرا کے حسب معمول فرائض سرانجام دیتے رہنے کی ہدایت کی تاکہ گاڑی رکنے کی صورت میں موٹروے پولیس متحرک نہ ہو جائے۔ ان کا مرید باصفا اس دوران تیزی سے مردوں کو ''ہاتھوں کی میل'' سے اور عورتوں کو زیورات کے ''بوجھ'' سے آزاد کرنے کے ''کارِ خیر'' میں مصروف ہو چکا تھا۔ یکایک ''مولوی صاحب'' کی نظر مجھ پر پڑی تو مجھے ہوش کی وادیوں میں ناچتا دیکھ کر ہکا بکا رہ گئے بہر حال فوراً ہی سنبھل کر انھوں نے مجھے ''جہاز'' کا خطاب عنایت فرما کر پستول لہرا کر ''پرامن'' رہنے کی ہدایت کی۔ بعد ازاں میں نے جان کی امان حاصل کر کے عرض کیا ویسے تو میں بھی اس فیلڈ کا ادنیٰ سیوک ہوں یعنی ایک مستند اور معزز چور ہوں مگر میں نے اب تک کے کیریئر میں کسی کو بھی یوں دھوکا دے کر چوری نہیں کی اور ''مولوی صاحب'' کو داڑھی کی موجودگی میں اپنے طرزِ عمل پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔ مولوی صاحب نے مسکراتے ہوئے داڑھی اتار کر میرے ہاتھ پر رکھ دی جیسے کہہ رہے ہوں اب تو ٹھیک ہے ناں۔ بہر حال شناخت کرانے کا یہ فائدہ ہوا کہ مجھے ڈکیتی سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا۔ میری سفارش کے باوجود بلیڈ قینچی پوری کو یہ سہولت فراہم نہیں کی گئی کیونکہ ''سابقہ'' مولوی صاحب کے مطابق جیب کترے ان کے ''کاروباری رقیب'' کی حیثیت رکھتے ہیں جن کو معاف کرنے کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ انٹرچینج آنے سے پہلے اس ''بے آواز'' اور فول پروف ''آپریشن کلین

اپ'' کے بعد ان معزز ڈاکو حضرات نے کوچ ایک لمحے کیلئے ایک خاص جگہ رکوائی اور عین اس وقت ایک پجارو ان کے پاس آکر رکی اور ان کو لے کر ''منزل مقصود'' کی طرف روانہ ہوگئی۔ ہوش میں آنے پر جب بلیڈ قینچی پوری کو ''محنتوں'' اور ''مشقتوں'' کی جمع پونجی اس ڈرامائی انداز میں اپنے منطقی انجام تک پہنچنے کا علم ہوا تو اس کا ذہن تسلیم نہ کرسکا کہ اس قسم کا حادثہ اس کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے نتیجتاً اس کا شعور تحت الشعور اور لاشعور باہم دست و گریباں ہوگئے جس کا ترجمہ سلیس اردو میں لوگ ''دماغی توازن کی خرابی'' کہتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اگر وہ رقم اس کی حلال کی ہوتی تو اس حادثے کے بعد اس کی ''بدروح'' اس کے جسم میں رہنا ہرگز گوارا نہ کرتی۔ تلخ یادوں کے طور پر اس حادثے کی یادگار ''مولوی صاحب'' کی داڑھی آج بھی میرے پاس محفوظ ہے اور اب کسی بھی واردات پر جانے سے قبل میں اس کی ''زیارت'' برائے حصول برکت کرنا ہرگز نہیں بھولتا۔

☆☆☆☆☆☆

پچھلے دنوں محض اس بات پر ایک جم غفیر نے ہمیں روئی کی طرح دھنک کے رکھ دیا کہ ہم نے حصول علم کی خواہش سے مجبور ہو کر ایک وی سی آر چرانے کی کوشش کی تھی۔ حالانکہ لوگ بجلی چراتے ہیں، ایمان چراتے ہیں، راز چراتے ہیں، خیالات چراتے ہیں، تحریریں چراتے ہیں، ٹیکس چراتے ہیں، عزت چراتے ہیں، خواب چراتے ہیں اعتبار چراتے ہیں، حیا چراتے ہیں، اعضا چراتے ہیں۔ علم چراتے ہیں، اعزاز چراتے ہیں، شعر چراتے ہیں، خبر چراتے ہیں، مینڈیٹ چراتے ہیں، ووٹ چراتے ہیں، فیکٹریاں چراتے ہیں، قرضے چراتے ہیں، حکومتیں چراتے ہیں، الیکشن چراتے ہیں۔ حتیٰ کہ ملک چراتے ہیں۔ مگر ان بڑے بڑے معزز چوروں کو کوئی نہیں پوچھتا☆☆

(۱۹۹۷ء)



# جب۔۔۔۔

☆ ایک شخص نے دوسرے کا حق مارا۔

☆ ایک مسلمان نے دوسرے کا گلا کاٹا۔

☆ لوگوں نے اللہ کی عبادت چھوڑ کر دنیا کے پیچھے دوڑنا شروع کردیا۔

☆ ملاؤں نے مسلمانوں کو متحد کرنے کی بجائے فرقوں میں الجھا کر لڑوا دیا۔

☆ حکمرانوں نے خود کو عوام کا خادم سمجھنے کی بجائے ان کی قسمت کا مالک سمجھنا شروع کردیا۔

☆ طالب علموں نے حصول علم کی بجائے حصولِ اسلحہ شعار بنالیا۔

☆ ڈاکٹروں نے انسانوں کی مسیحائی کرنے کی بجائے اعضاء کی تجارت شروع کردی۔

☆ عالموں کی تحقیر کی جانے لگی اور جاہلوں کو عہدے دیئے جانے لگے۔

☆ فحاشی اور عریانی کو آزادی اور جدت کا نام دیا جانے لگا۔

☆ لوگوں نے مسافروں، یتیموں اور بیواؤں کا خیال رکھنا چھوڑ دیا۔

☆ تاجروں نے جھوٹ فریب اور بد دیانتی اور چور بازاری کاروبار کے اصول بنا

لیے۔

☆ بڑوں نے بچوں کا اور بچوں نے بڑوں کا خیال رکھنا چھوڑ دیا۔

☆ عورتوں نے شوہروں کی بجائے زمانے کیلئے بننا سنورنا شروع کر دیا۔

## تو شیطان نے ریٹائر منٹ لے لی

☆☆☆☆☆

# فلمی اشتہار

(سانحہ بابری مسجد کے پس منظر میں)

دشوا پریشد ہندو اینڈ بھارتیہ جنتا کمبائنڈ کارپوریشن کی طرف سے مسٹر ایڈوانی پیش کرتے ہیں......

## "سیکولرازم کے منہ پر طمانچہ"

اجودھیا میں شاندار افتتاح کے بعد ہندوستان بھر میں کامیاب نمائش جاری ہے۔ رواداری، انصاف اور مروت کے قتل کے انوکھے مناظر، جو اس سے قبل آپ نے نہ دیکھے ہوں گے علاوہ ازیں خون مسلم سے ہولی کے لاتعداد سین بھی ملاحظہ کریں۔ آج ہی تشریف لائیں "ٹکٹ فری" ہمراہ سائیڈ پروگرام "رام کا چار جگہ جنم"

☆☆☆☆☆☆



# ستاروں کی چال

......قرضہ کب اترے گا؟

☆ جب آپ بیوی کو طلاق دیں گے۔

......میری شادی کب ہوگی؟

☆ جب آپ کی شامت آئے گی۔

......کیا میری شادی وہیں ہوگی جہاں میں چاہتی ہوں۔؟

☆ نہیں، گھر والے آپ کو کسی اور کھونٹے سے باندھ دیں گے۔

......اولاد کب ہوگی۔؟

☆ شادی کے بعد۔

......معاشی حالات کب درست ہونگے۔؟

☆ جب آپ ہڈ حرامی چھوڑ دیں گے۔

......میں معمولی شکل وصورت کی لڑکی ہوں۔ شادی کب ہوگی۔؟

☆ جب آپ کو کوئی عقل کا اندھا مل جائے گا۔

......کیا میں مطلوبہ لڑکی سے شادی کر لوں گا نیز کاروبار کونسا بہتر رہے گا۔؟

☆ آپ کے ہاتھ میں شادی کی لکیر نہیں۔ میرج سنٹر کھول لیں۔

......میری منگنی ہو چکی ہے۔ شادی کے بعد زندگی کیسی گزرے گی۔؟

☆ منگیتر کے ہاتھ کا پرنٹ بھجوائیں۔

......کیا میں امتحان میں کامیاب ہو جاؤں گا۔؟

☆ مشکل ہے کیونکہ آپ نے پیشگی انتظام نہیں کیا۔

# ایک ایڈیٹر کی ایک صبح کی ڈائری

صبح اٹھ کر منہ ہاتھ دھوتے ہوئے آئینہ دیکھ کر احساس ہوا کہ فائنل مسودات کی تیاری کی سات روزہ مصروفیات میں داڑھی کافی طوالت اختیار کر چکی ہے۔ قبل اس کے کہ کوئی ہم پر ''مُلا'' ہونے کا الزام لگا دیتا ہم نے شیونگ بکس نکالا اور داڑھی کی Editing شروع کر دی اس سے فارغ ہو کر ڈائننگ ٹیبل پر پہنچا تو پہلا ہی پراٹھا ''مس پرنٹنگ'' کے باعث کچا ہونے کی گواہی دے رہا تھا۔ میں نے بیگم کو بلا کر پراٹھے کے کلر کی طرف توجہ دلائی تو اس نے منٹو کی زبان استعمال کی جس میں گرائمر کی کثیر غلطیاں تھیں جن کی درستگی کی کوشش کسی المیہ افسانے کے افسوس ناک باب کا پیش خیمہ بھی ہو سکتی تھی۔ میں نے زندگی کو افسانہ بنانے سے بہتر سمجھا کہ پراٹھے کو کسی سفارشی تحریر کی طرح نگل لوں۔ میری خاموشی پر بیگم کے چہرے کی کلر سکیم کچھ بہتر ہوئی ورنہ تو وہ میرے شجرہ نسب میں کانٹ چھانٹ سے بھی نہ چوکتی۔ ابھی ناشتہ زہر مار کیا ہی تھا کہ میرا محلے دار بے بس آمری آدھمکا۔ اس کے چہرے پر کتابت کی بے شمار غلطیاں تھیں جن کی پروف ریڈنگ بھی ناممکن تھی۔ خصوصاً آنکھیں تو بالکل ہی بحر اور وزن سے خارج تھیں۔ حسب معمول وہ خالی ہاتھ نہیں تھا بلکہ غزلوں کے پلندے سمیت حاضر ہوا تھا جن میں سے ایک غزل بھی قابل اشاعت نہ تھی۔ اگر میں اس پر ترس کھا کر اس کی کوئی غزل شائع بھی کر دیتا تو پریس اینڈ پبلیکیشنز آرڈی نینس کی زد میں تو آتا ہی فحش نگاری پر عوام بھی میرا گھیراؤ جلاؤ کرتے اس لئے قبل اس کے کہ ہمیشہ کی طرح اس کی درخواست ناول کی شکل اختیار کرتی میں نے اسے ردی کی ٹوکری کے نہ بھرنے والے پیٹ سے دھمکاتے ہوئے اپنا رسالہ نکالنے کا مشورہ دے کر جان چھڑائی اور دفتر روانہ ہوا تا کہ کاپی پیسٹنگ مکمل کرا سکوں۔

☆☆☆☆☆☆☆ (۲۰۰۱ء)



# ایک سے بڑھ کر ایک

امجد ایک بس سٹاپ پر اپنے یار گلیات جواد کو اچانک دیکھ کر دیوانہ وار اس کی طرف بڑھا اور تیزی سے گزرنے والی ایک حسینہ سے سنسر ایبل انداز میں ٹکرا گیا۔ حسنیہ لال پیلی ہو کر بولی۔

''اندھے ہو کیا۔؟''

''کیوں کیا آپ نے اپنی خوبصورت آنکھیں ہمیں عطیہ کرنا ہیں؟'' امجد ترکی بہ ترکی بولا۔

ارے بھئی جنرل نالج کیلئے پوچھ رہی ہوں گی۔

''تمہارے گھر میں کوئی ماں، بہن نہیں ہے''؟ حسینہ نے بگڑ کر کہا۔

''تمہارے گھر بھجوائیں''؟ امجد نے اس سے کہا۔

''رشتے کیلئے''۔ جواد نے دانت نکالتے ہوئے فقرہ مکمل کیا۔ حسینہ سینڈل اتار کر بولی

''اسے دیکھ رہے ہو''؟

''اچھا ہے کتنے میں لیا ہے۔'' امجد غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''کٹ پرائس میں لیے ہوں گے''۔ جواد نے اندازہ لگایا۔

حسینہ چونک کر سینڈل پاؤں میں ڈالتے ہوئے بولی۔

''اگر میرے روٹ کی بس نہ آجاتی تو بدتمیزی کا مزا چکھا دیتی۔''

''تو کون سی نئی بات ہوتی۔'' جواد نے لاپرواہی سے کہا۔

''مگر آپ نے مجھے صفائی کا موقع دیا ہی نہیں۔'' امجد حسرت سے بولا۔

''تو اب جھاڑو لے آؤ ویسے بھی یہاں گند بہت ہے۔'' حسینہ بس میں سوار ہوتے ہوئے

لولی۔

''انجم تم کہاں غائب ہو گئے تھے عدل وانصاف کی طرح ۔۔''؟ حسینہ کے جانے کے بعد جواد نے امجد سے پوچھا۔

''تم جواد ہی ہو نا مگر تمہاری صورت بہت بدل گئی ہے محبوبہ کی آنکھ کی طرح۔'' امجد اس سے گلے ملتے ہوئے بولا۔

''میری صورت ابھی اتنی بھی خراب نہیں ہوئی ملکی حالات کی طرح۔'' جواد نے کہا۔

''مگر اب وہ بات بھی نہیں کہ تمہیں ساتھ لے کر ہم دنیا والوں پر رعب ڈال لیا کرتے تھے کہ ہمارے ساتھ بھی لڑکیاں پھرتی ہیں۔''

''دراصل ایک خوفناک حادثہ ہو گیا تھا''۔

''ہیں ہیں......؟''

''ہاں یار پچھلے سال محبوبہ نمبر 95 کے ہاتھوں کلین بولڈ ہو گیا۔''

''افسوس سنچری نہ ہو سکی''۔

''بس یار معاملات اتنے سیریس ہو گئے تھے کہ کوئی چارہ نہ رہا تھا۔''

''تو تمہیں اتنا ''قریب'' جانے کو کس نے کہا تھا...کر لیا نا مستقبل خراب۔''

''ہمارا ماضی کونسا شاندار ہے جو مستقبل کو روئیں، ویسے بھی میں آجکل شاعری کر رہا ہوں۔''

''یعنی حال بھی خراب مگر آخری اطلاعات آنے تک تو تم گانے ذبح کیا کرتے تھے عید قرباں کے آگے پیچھے۔''

''ایک حادثے کی وجہ سے وہ دھندہ چھوڑ دیا۔''

''کیوں کیا کسی اصلی شاعر یا گلوکار نے سن لیا تھا۔''

''نہیں ایک محترمہ کو بلا اجازت سنا بیٹھا تھا چوتھے دن ہسپتال میں ہوش آیا تھا۔''



''واہ بڑی باذوق تھی۔''

''تم کیا کر رہے ہو''؟

''بس لڑکیوں کی شادی کرا رہا ہوں۔''

''کیا کوئی میرج سنٹر.....؟''

''نہیں بھئی تم سے بچھڑنے کے بعد سے فی سبیل اللہ یہ فرض سرانجام دے رہا ہوں۔''

''وہ کیسے۔''؟

''ایک کلومیٹر کے دائرے میں جو لڑکی شادی کے قابل ہوتی ہے اس کے ساتھ شادی کا پروگرام بنانا شروع کر دیتا ہوں اور پھر اس کی شادی ہو جاتی ہے۔''

''میں سمجھا نہیں پاکستانی عوام کی طرح۔''

''ارے گھامڑ، جب ہمارے چرچے ہر زبان پر پہنچتے ہیں تو اس کے گھر والے فوراً اس کی شادی کر دیتے ہیں۔''

''یہ چرچے تمہارے والدین تک نہیں پہنچے کہ تمہارا بھی کریا کرم کر دیتے۔''

''بالکل پہنچے ایک دن شکایت وصول کرنے کے بعد ابو نے انتہائی جارحانہ انداز میں مجھے طلب کیا اور آہستہ سے بولے یار لڑکی پٹائی کیسے تھی۔''

''ہیں...؟ پھر کیا ہوا۔''

''میں نے کچھ جدید فارمولے ان کو بتا دیے۔''

''اوہ....پھر......پھر کیا ہوا۔؟''

''محبوبہ نمبر 45 اب ہماری دوسری ممی ہے۔''

''ویری سیڈ.....وہ تو تمہارے بھی باپ نکلے۔''

(۱۹۹۷ء)

☆☆☆☆☆

## آسامیاں خالی ہیں

| نام آسامی | قابلیت |
|---|---|
| نعرے باز | فی البدیہہ نعرے گھڑ کر فوراً مجمع کے کان پھاڑ سکتے ہوں اور یہ ثابت کر سکتے ہوں کہ ان کے گلے میں لاؤڈ سپیکر فٹ ہے۔ دوسری پارٹی کے جلسے میں مخالفت میں نعرہ لگانا اضافی قابلیت شمار ہو گی۔ |
| اشتہار لگانے والے | نمایاں ترین جگہوں پر تیزی سے اشتہار لگا سکتے ہوں۔ دوسروں کے اشتہار پر اپنا اشتہار چپکانے کی جرات رکھنے والے قابل ترجیح |
| اشتہار پھاڑنے والے | مخالف پارٹی کے اشتہار رازداری سے پھاڑنے کی جرات رکھتے ہوں بے پر کی اڑا سکتے ہوں، |
| افواہ ساز | رائی کا پہاڑ بنانے کے سپیشلسٹ ہوں، مخالف امیدوار کے حادثے اور موت کی خبر اڑا سکتے ہوں |
| پراپیگنڈہ باز | اور سکینڈل گھڑ سکتے ہوں |
| پہلوان | صاحب توند امیدوار کو کندھوں پر اٹھا کر بھاگ سکتے ہوں۔ جنازوں کو کندھا دینے والے بھی درخواست دے سکتے ہیں۔ |
| پھڈے باز | مخالفین کے جلسے میں پھڈا ڈال کر فرار ہو سکتے ہوں |
| اسپیشل ایجنٹس | بذریعہ دھونس ووٹ توڑنے اور خریدنے کی طاقت رکھتے ہوں مکھن لگانے کے ماہر ہوں |
| چاکنگ پینٹرز | ناقابل رسائی نشیب و فراز جگہوں، کوڑے دانوں، خیموں، درختوں پر مہارت سے چاکنگ کر سکتے ہوں۔ بوقت ضرورت مخالفین کی چاکنگ پر چاکنگ کر سکتے ہوں |
| کمپیئر | بڑے سے بڑے جلسے میں مجمع کو کنٹرول کر سکتے ہوں، حد درجے کے ڈھیٹ ہوں |
| شاعر | اپنے امیدوار کا قصیدہ اور مخالف کی ہجو تیار کر کے پڑھ سکتے ہوں |
| ادیب | آدھے گھنٹے کے نوٹس پر تیر بہدف تقریر لکھ سکتا ہو جس میں امیدوار کے کارنامے اور دلکش سبز باغ اور مخالف کی برائیاں ہوں |
| صحافی | کالموں اور خبروں میں اپنی پارٹی کو نجات دہندہ اور مخالف پارٹی کو ملک دشمن ثابت کر سکتے ہوں |
| ملا | ہر قسم کا فتویٰ آنکھ بند کر کے دے سکتے ہوں اپنی پارٹی کے حق میں ووٹ کو عین اسلام کے مطابق ثابت کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں |



| گریڈ (سیاسی) | تنخواہ | دیگر مراعات |
|---|---|---|
| 1 | فی نعرہ 5 تا 10 روپے | دوسرے امیدوار کے جلسے میں مخالفت میں نعرہ لگانے پر سو روپے اور میڈیکل الاؤنس |
| 1 | فی اشتہار 1 روپیہ<br>اشتہار پر اشتہار 3 روپے | میڈیکل الاؤنس |
| 2 | فی اشتہار 5 روپے | میڈیکل الاؤنس، ضمانت قبل از گرفتاری |
| 2 | حسب کارکردگی | ہوائی ٹکٹ |
| 3 | فی فرلانگ 50 روپے | بہترین کارکردگی پر سپورٹس کے محکمے میں ملازمت دی جا سکتی ہے |
| 3 | فی پھڈا 500 روپے | بیرون ملک ملازمت کا ویزا |
| 4 | حسب کارکردگی | زرخیز محکمے میں نوکری دلائی جائے گی |
| 4 | حسب کارکردگی | ----- |
| 5 | فی جلسہ 100 روپے | ----- |
| 5 | فی قصیدہ 100 روپے ہجو 200 روپے | سرکاری جریدے میں ملازمت |
| 6 | فی تقریر 500 روپے | سرکاری جریدے میں ملازمت |
| 6 | فی خبر 500 روپے فی کالم 1000 روپے | سرکاری جریدے کی ادارت |
| 7 | فی فتویٰ 1500 روپے | محکمہ اوقاف میں ملازمت |

نوٹ: باضمیر اور عزت نفس کے حامل افراد نااہل شمار ہوں گے۔

1993

# دھت تیرے کی

ماہ رمضان میں پہلے دن جاگنے کے بعد جب بجائے سحری کی خنک ہوا کے میرا استقبال ہلکی ہلکی دھوپ نے کیا تو میں چلا اٹھا۔

''امی مجھے سحری کے لئے کیوں نہیں اٹھایا گیا۔''؟

''نہ تو کیا تمہارے کمرے کا دروازہ توڑتے؟ غضب خدا کا، دروازے کی دھڑ دھڑ سے مشرق، مغرب، شمال وجنوب میں بیس بیس گھر جاگ گئے مگر مجال ہے تم نے کروٹ بھی بدلی ہو۔'' امی نے جواب دیا۔

مزید بحث کی گنجائش نہ تھی کیونکہ میری نیند ہے ہی ایسی ان بریک ایبل[1] اور کرش پروف[2]۔ ابو کہتے ہیں کہ میں صرف گھوڑے گدھے ہی نہیں پورا جنگل مع چڑیا گھر بیچ کر سوتا ہوں۔ اور مجھے جگانے سے بہتر ہے کہ کسی مردے پر ٹرائی کر لی جائے۔

اس طرح پہلے روزے میں سحری نہ کھا سکا ایک بار جی میں آئی کہ آٹھ پہر کا روزہ ہی رکھ لوں لیکن پھر جب اپنی ناقابل ذکر صحت کا خیال آیا تو میں نے روزہ چھوڑنے کا فیصلہ کیا اس وقت شیطان یقیناً قید میں خوش ہوا ہوگا۔

گھر کے بزرگوں سے بچ بچا کر ناشتہ اپنے کمرے میں لا کر ابھی فاسٹ کو بریک کرنے ہی والا تھا کہ دادی اماں کسی کام سے میرے کمرے میں آ دھمکیں ان کو دیکھتے ہی میری

[1] Unbreakable [2] Crush Proof



روح فنا ہوگئی کیونکہ ابھی کل ہی میں نے ان سے ایک فرمائش پوری کرانے کے لئے پورے روزے رکھنے کا وعدہ کیا تھا دراصل دادی اماں سے کوئی بات منوانے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ خود کو ان کے سامنے نیک شو کر دیا جائے اور گھر میں کسی کو لائن حاضر کروانے کا بہترین نسخہ یہ ہے کہ دادی کے سامنے اسے بے نمازی ثابت کر دیا جائے۔

''دادی! دادی اماں .....دراصل ....میں بھول گیا تھا۔ آج پہلا روزہ ہے نا۔'' قبل اس کے کہ دادی جان کی نظر میں میری نیک نامی کی عمارت ٹھیکے کی عمارتوں کی طرح گر جاتی میں نے ایک معقول بہانہ گھڑا۔ دادی نے قہر آلود نظر مجھ پر ڈالی اور ناشتے کے برتن اٹھا کر کچھ کہے بنا چلی گئیں۔

گھر کی فضا اب خورد ونوش کے لئے ناساز گار ہو چکی تھی لہذا میں نے ایک ایسے دوست کے گھر کی راہ لی جس کا اب تک ریکارڈ تھا کہ کبھی سحری میں نہیں اٹھا تھا۔

''یار! آج میں بھی تیرے جیسا ہوں کچھ ناشتے واشتے......'' میں نے اپنے دوست ارشاد مرزا کے ڈرائنگ روم میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

''تو نے بہت دیر کی پیارے! میں تو تھوڑی دیر قبل ہی ناشتے کو ''ڈرائی کلین'' کر کے فارغ ہوا ہوں اور دوبارہ ناشتے کے لئے کسی کو کہنا اپنے سر کے دریچے کھلوانے کے مترادف ہوگا کیونکہ گھر میں سبھی روزے سے ہیں۔'' ارشاد نے کہا۔

''پھر......''؟

''بازار چل کر کسی ہوٹل پہ دھرنا دیتے ہیں۔''

☆☆

''یہاں کیوں رک گیا ہوٹل تو بند ہے۔''؟ ارشاد بند ہوٹل کے سامنے رکا تو میں نے اس سے کہا۔

"ارے گھونچو ادھر سائیڈ میں نظروں کو سیر کروا۔" ارشاد نے ہوٹل کے ذیلی دروازے کی طرف اشارہ کیا جس پر پردہ پڑا تھا مگر لوگ آ جا رہے تھے۔

جب ہم اندر داخل ہوئے تو میں حیران رہ گیا ہوٹل میں عام دنوں سے زیادہ رش تھا۔ اسی لئے ہمیں خالی میز حاصل کرنے کے لئے پندرہ بیس منٹ انتظار کرنا پڑا۔ خدا خدا کر کے چند عادی قسم کے روزہ خوروں نے ایک میز خالی کی تو ہم نے جھپٹ کر اس پر یوں قبضہ کر لیا جیسے لوگ یتیموں کے مال پر کرتے ہیں دوسرے منتظر ہمیں حسرت سے دیکھتے رہ گئے۔

بیرا مینو لایا تو اس پر سنہری حروف میں "رمضان آفر" طبع تھا۔ کھانے کی قیمت رمضان سے قبل کی قیمت سے کم از کم دوگنا تھی بہر حال اسے دو چکن پیس کا آرڈر دے کر ہم تصور ہی تصور میں اسے اڑانے لگے۔

پندرہ منٹ گزرنے کے باوجود کھانا نہیں آیا تھا کہ اچانک دروازے کے پاس والی میزوں پر بھگدڑ مچ گئی پھر جلد ہی مجھے پولیس کا ایک دس رکنی وفد نظر آیا جس کا ہر رکن اپنی رینج میں موجود روزہ خوروں کو ڈنڈے کھلا رہا تھا اور گالیاں پلا رہا تھا۔ میں نے ارشاد کو اشارہ کیا اور ٹوائلٹ کی طرف دوڑ لگائی۔ بیس پچیس منٹ بعد شور تھم گیا تو میں نے باہر نکل کر جھانکا ہال میں پولیس کی ٹیم چار میزوں پر تقسیم ہو کر بیٹھی مرغوں کے ساتھ انصاف کر رہی تھی۔ میں نے ارشاد کو آہستہ سے پناہ گاہ سے باہر آنے کا اشارہ کیا پھر میزوں کرسیوں کی آڑ لے کر ہوٹل سے نکلنے میں ہمیں کوئی خاص مشکل پیش نہ آئی کیونکہ ان سب کا دھیان مرغے کی ٹانگوں کی طرف تھا۔

"یار تو نے تو مروا دیا تھا۔" باہر نکل کر میں نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"تیری قسمت۔ چل کہیں اور ٹرائی کرتے ہیں۔"

"نا بابا نا.... اب میں کسی ہوٹل میں نہیں جاؤں گا۔"



"اچھا پھر اب ریلوے اسٹیشن پر قسمت آزمائی کرتے ہیں۔"

☆☆

ریلوے اسٹیشن پر کھانے کی قناتوں پر کسی انگریزی فلم کے پہلے شو کا سا رش تھا کیونکہ تھوڑی دیر پہلے گاڑی آئی تھی۔ ہم دونوں بھی دھکم پیل کرتے ہوئے آگے بڑھے اچانک ایک طرف سے انتہائی قوت کا دھکا چلا اور جسم در جسم سفر کرتا ہوا جب ہم تک پہنچا تو ہم زمین سے رشتہ جوڑ چکے تھے ہم نے ایک دوسرے کو سہارا دے کر کھڑا کیا اور کپڑے جھاڑے اسی وقت ایک تلخ حقیقت کا انکشاف ہوا کہ اس رش کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کوئی فنکار ہمارے "ہاتھ کا میل" دور کر گیا ہے۔ ناچار کھانے کی قناتوں کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے واپس ہوئے۔

"یار کیوں نہ کھیر مکس کا ڈبہ لے لیں اور کھیر بنا لیں۔" راستے میں ارشاد نے تجویز دی

"مگر پیسے......" میں نے کٹی جیبوں کی طرف اس کی توجہ دلائی۔

"محلے کے دکاندار سے ادھار۔" اس نے اس کا بھی حل پیش کر دیا۔

ارشاد کے کمرے میں سٹوو پر رکھی کیتلی میں دودھ اور کھیر مکس کے آمیزے کو ہم پچھلے ایک گھنٹے سے باری باری کھیر بنانے کی آس میں ہلا رہے تھے مگر تا حال اس کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے تھے حالانکہ پیکٹ پر بیس منٹ میں کھیر کی تیاری کا مژدہ سنایا گیا تھا اسی وقت مسجد کے لاؤڈ سپیکر سے آواز آئی۔

"مسلمان بہن بھائیو! روزہ افطار کر لو۔"

"دھت تیرے کی۔ اس سے تو بہتر تھا کہ میں آٹھ پہر کا روزہ ہی رکھ لیتا۔" میں نے سوچا۔

(۱۹۹۳ء)

☆☆☆☆☆☆

# پرچہ برائے تیسری جنس

کل نمبر:۔ 1/3 333

کامیابی کے نمبر:۔ 1/3 3 3

وقت:۔ ایک شادی فنکشن جتنا

انتباہ:۔ امیدوار سے کوئی امدادی سامان مثلاً گھنگرو ڈھولکی وغیرہ برآمد ہونے پر ان کے تالی بجانے گنگنانے اور پان کھانے پر پابندی لگادی جائے گی۔

نوٹ:۔ کوئی بھی سوال لازمی نہیں۔ لہذا اگر آپ سوال نہ حل کرنا چاہیں تو بیشک ٹھمکے لگائیں ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ تمام سوالوں کے نمبر کم وبیش یکساں ہیں۔ جوابی کاپی پر آپ واضح طور پر لکھیں کہ آپ مردنما ہیں یا عورت نما۔

## حصہ اول (تحریری)

سوال نمبر 1 = عہد رفتہ میں بادشاہوں کے حرم میں خواجہ سراؤں کی ضرورت و اہمیت اور کردار پر روشنی ڈالیں۔ چاہے اس کے لیے ساری لائٹیں جلانا پڑیں۔

سوال نمبر 2 = حکومتوں کے عروج و زوال میں خواجہ سراؤں کے ہاتھ کی کرم فرمائیوں کا تفصیل سے مختصر حال لکھیں۔

سوال نمبر 3 = کس بادشاہ کے دور کو خواجہ سراؤں کا سنہری دور کہا جاتا ہے؟ اس بادشاہ کی شان میں ڈھائی گز لمبا قصیدہ لکھیں۔

سوال نمبر 4 = دنیا کا پہلا خواجہ سرا کون تھا۔؟ اس کی پیدائش کے المیے پر ایک مرثیہ گھڑیں

سوال نمبر 5 = ''خواجہ سراؤں کا ماضی، حال اور مستقبل'' اس موضوع پر مبالغہ آرائی سے بھرپور مقالہ لکھ کر ایک ہزار سے زائد لفظ ضائع کریں۔



سوال نمبر 6 = کس ''اونتر جانے'' نے خواجہ سرا کے معزز نام کو خسرا کیا اور کس ''ٹٹ پینے'' نے لفظ ''ہیجڑا'' اس کے متبادل کے طور پر رائج کیا۔؟ ان نامعقولوں کی شان میں اتنی گستاخیاں کرو کہ ان کی روحیں بے چین ہو جائیں۔

سوال نمبر 7 = دنیا میں خسروں کی کل کتنی اقسام پائی جاتی ہیں۔؟ ہر ایک پر ایک ایک صفحہ برباد کریں۔ پیدائشی، حادثاتی اور شوقیہ خسروں پر سپیشل قلم درازی کریں۔

سوال نمبر 8 = خسرے صرف انسانوں میں ہی پائے جاتے ہیں یا جانوروں اور پودوں میں بھی۔؟ مثالوں کے ساتھ جواب لڑھکائیں۔

سوال نمبر 9 = جاگیردار خسرے کس طرح غریب خسروں کا استحصال کرتے ہیں۔؟ اس پر ایک دردناک فیچر لکھ کر سو صفحے سیاہ کریں۔

سوال نمبر 10 = مردوں اور عورتوں کے رویے سے آپ کو کیا کیا شکایات ہیں۔؟ جی بھر کر ان کے بارے میں زبان درازی کریں۔

سوال نمبر 11 = اگر آپ خسرے نہ ہوتے تو کیا ہوتے۔؟ یا آپ دوسرے جنم میں مکمل مرد بننا پسند کریں گے یا مکمل عورت۔؟ اور کیوں، تفصیل سے لکھیں۔

سوال نمبر 12 = کلرک کی سیٹ کیلئے مرد اور عورت موزوں ہیں یا خسرے۔؟ اپنی رائے مسلط کرتے وقت خسروں کی تالی سے مکھیاں مارنے کی اضافی قابلیت پر خصوصی زور لگائیں۔

سوال نمبر 13 = وجہ بیان کریں

۱۔ خسروں کے گھر بچہ پیدا ہو تو وہ چوم چوم کر مار دیتے ہیں۔ کیوں؟

۲۔ عورتیں خسروں کی جانی دشمن کیوں ہوتی ہیں؟

۳۔ خسرہ ہر وقت خود کو دو کشتیوں میں سوار کیوں سمجھتا ہے۔؟

۴۔ پیدائش کے دکھ عورت جھیلتی ہے مگر ودھائی لینا خسرے اپنا حق سمجھتے ہیں کیوں؟

۵۔ خسرہ کسی بھی گھر میں پیدا ہو وہ خسرہ برادری کی ملکیت ہوگا۔ کیوں؟

سوال نمبر 14 = خسرہ ورلڈ اسٹیٹ کے قیام کی تجاویز اور مکمل ڈھانچہ پیش کریں۔ جس میں مرد اور عورت کے مقام کا بھی تعین ہو اور خسروں کی آبادی میں اضافے کی حکمتِ عملی بھی موجود ہو۔

سوال نمبر 15 = مندرجہ ذیل پر مختصر نوٹ لکھیں۔

۱۔ ودھائی ۲۔ ٹھمکہ

سوال نمبر 16 = خسرہ برادری کے بہترین مفاد میں کنجوسوں سے ودھائی نکلوانے کیلئے پچاس تیر بہ ہدف نسخے تحریر کریں۔

سوال نمبر 17 = آل پاکستان خسرہ ایسوسی ایشن کے مندرجہ ذیل مطالبات کے حق میں ٹنوں وزنی دلائل پھینکیں۔

۱۔ تمام ملازمتوں کیلیے ان کی آبادی کے تناسب سے کوٹہ مقرر کیا جائے۔

۲۔ سرکاری دستاویزات میں جنس ظاہر کرنے والا خانہ ختم کیا جائے۔

۳۔ اسمبلی میں خسروں کیلیے نشستیں مخصوص کی جائیں۔

۴۔ ایک خسرے کی گواہی کو کسی بھی معاملے میں مکمل گواہی تسلیم کیا جائے۔

۵۔ انجمن انسداد بے رحمی خسران تشکیل دی جائے۔

۶۔ خسروں کے مسائل کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں اجاگر کر کے فنڈ جاری کرائے جائیں۔

سوال نمبر 18 = خسرہ ہونے کے فوائد اور نقصانات الگ الگ لکھیں اور پھر موازنہ کر کے واضح کریں کہ بطور خسرہ آپ فائدہ میں رہے یا نقصان میں۔؟

سوال نمبر 19 = ”خسروں میں فلسفہ محبت“ اس موضوع پر ایک کنگ سائز توسیعی لیکچر جھاڑیں۔؟



سوال نمبر 20 = پاکستان کے قیام اور ترقی میں خسروں نے جو قربانیاں دی ہیں ان میں سے چند ایک کا حال دوسری اصناف کو معلومات بہم پہنچانے کیلیے درج کریں۔

حصہ دوئم (زبانی و عملی)

سوال نمبر 21 = سراغ رسانی کر کے بتاؤ کہ مشاہیر عالم اور شعراء ادباء میں سے کتنے ایسے ہیں جو تیسری جنس میں سے ہیں۔؟

سوال نمبر 22 = تالی ایک ہاتھ سے بجتی ہے یا دونوں ہاتھوں سے؟ بجا کر دکھائیں۔ اگر ممتحن کے کان بند ہو جائیں تو پندرہ اضافی نمبر ملیں گے۔

سوال نمبر 23 = ٹھمکا لگا کر دکھائیں، مسلسل پچاس ٹھمکے لگانے والے کو ۲۵ نمبر بونس ملیں گے۔

سوال نمبر 24 = بریک ڈانس اور پیڈل ڈانس کے نام پر اچھل کود مچائیں اگر آپ گھوڑے کو مات دینے میں کامیاب ہو گئے تو دس نمبروں کے حقدار ہوں گے۔

سوال نمبر 25 = عطاء اللہ، منی بیگم، مکیش، نور جہاں، محمد رفیع، مہدی حسن، احمد رشدی، اور لتا کے گائے ہوئے گیت پھر سے گا کر ان گلوکاروں کی چھاتی پر مونگ دلیں۔

سوال نمبر 26 = کسی شاعر کے گھر بچہ ہو تو آپ وہاں سے ودھائی کیسے حاصل کریں گے؟

سوال نمبر 27 = فرض کریں کسی فلم میں آپ کو باپ کا کردار دیا گیا ہے اداکاری کر کے دکھائیں کہ آپ کیسی پرفارمنس دیں گے۔؟

سوال نمبر 28 = اپنے پسندیدہ اداکار یا اداکارہ کا بہروپ بھریں۔

سوال نمبر 29 = برادری کے مفادات کیلیے زکوٰۃ اکٹھی کرنے کی ریہرسل کریں۔

(۱۹۹۲ء)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

# پرچہ خوشامد

کل نمبر:۔ 307

کامیابی کے نمبر:۔302

نوٹ:۔ ہر امیدوار کے پاس مکھن کی ٹکیہ کا ہونا ضروری ہے۔ زیادہ دم ہلانے، مکھن لگانے اور مسکہ پالش کرنے پر ایک کے دس نمبر ملیں گے امیدواروں کے پاس عزت نفس، خُودداری، انا اور ضمیر نامی کوئی چیز برآمد ہونے پر پرچہ کینسل کر دیا جائے گا۔

حصہ اول (تحریری)

سوال نمبر1 = خالی جگہ پر کریں۔

ا۔ مکھن لگانا اور الو بنانا دو..........کام ہیں۔ (مختلف/ایک جیسے)

۲۔ کامیابی کا بین الاقوامی شارٹ کٹ.....ہے۔(خوشامد/رشوت/سفارش)

۳۔ مکھن دراصل..........ہوتا ہے۔ (زہر/شہد)

۴۔ خوشامدی کے چہرے پر ہروقت..........ہے۔(نور برستا/پھٹکار برستی)

۵۔ گلا گھونٹنا اور مسکہ لگانا دو..........جرائم ہیں۔(مختلف/ایک جیسے)

۶۔ صرف......ہی لپ سروس کر سکتے ہیں۔(فریبی/حاسد/مخلص/مطلبی)

سوال نمبر2 = درست اور غلط کی نشاندہی کریں۔

ا۔ جی حضوری ہمیشہ جائز کام کیلئے کی جاتی ہے۔

۲۔ ٹی سی (T.C) دراصل Talk to cheat کا مخفف ہے۔

۳۔ سیاست اور جی حضوری ایک ہی سانپ کے دو منہ ہیں۔

۴۔ چاپلوس شخص دراصل باضمیر، باکردار، عزتِ نفس کا حامل ہوتا ہے۔



۵۔ تعلقاتِ عامہ (P.R) میں لپ سروس Lip Service کا کلیدی کردار ہوتا ہے۔

۶۔ منافقت اور خوشامد میں ماں بیٹی کا رشتہ ہے۔

سوال نمبر4 = دنیا کا پہلا خوشامدی کون تھا؟ اس کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائیں۔ یہ مقولہ کس کا ہے کہ جو گڑ سے مرے اسے زہر کیوں دیں۔؟

سوال نمبر5 = جی حضوری کتنے قسم کی ہوتی ہے۔؟ ہر ایک پر مفصل نوٹ لکھیں۔

سوال نمبر6 = کس بادشاہ کے دورِ حکومت کو خوشامدیوں کا سنہری دور کہا جاتا ہے۔؟ اس بادشاہ کی شان میں سینکڑوں فٹ لمبا قصیدہ گھسیٹیں۔

سوال نمبر7 = عہد رفتہ میں حکومتوں کے عروج وزوال میں...خوشامدیوں کے ہاتھ کی کرم فرمائیوں کا حال مفصل بیان کریں نیز ماضی کے بادشاہوں کے درباری شعراء علماء اور مورخین کو ہم خوشامدیوں کے زمرے میں رکھ سکتے ہیں؟ اپنے موقف کی حمایت میں تاریخ کو عریاں کریں۔

سوال نمبر8 = ''خوشامدیوں کا ماضی حال اور مستقبل'' اس موضوع پر مقالہ لکھ کر ایک ہزار لفظ ضائع کریں۔

سوال نمبر9 = ادب وصحافت میں جی حضوری کے کردار پر مفصل نوٹ لکھیں۔ بین الاقوامی مشاعروں میں کتنے شاعر جی حضوری کے بل بوتے پر بلائے جاتے ہیں اور کتنے شاعر ادیب خوشامد کے بل پر نام اور روپیہ کماتے ہیں۔؟

سوال نمبر10 = ہماری شاعری کا کتنے فیصد حصہ محبوب کی جی حضوری پر مشتمل ہے۔؟ اعداد و شمار سے ثابت کریں نیز اس مصرعے کی وضاحت کریں۔

ع جہاں رام ہوتا ہے میٹھی زبان سے

سوال نمبر11 = خوشامد صرف انسانی وصف ہے یا بعض جانور بھی یہ خاصیت رکھتے ہیں۔؟ مثالیں دے کر واضح کریں۔

سوال نمبر 12 = خوشامدی کس طرح حقدار کوناک آؤٹ کرتے ہیں اس پر ایک درد ناک فیچر لکھیں۔

سوال نمبر 13 = ایک اعلیٰ درجے کے خوشامدی کی زبان میں کتنے فیصد مٹھاس کا ہونا ضروری ہے۔؟اس کوکون کون سے پیشے اختیار کرنے چاہییں ؟

سوال نمبر 14 = بین الاقوامی سیاست اور خارجہ پالیسی میں خوشامد کے کردار پر بحث کریں اگر چھوٹے ممالک بڑے ممالک کی جی حضوری نہ کریں توان پر پابندیوں اور دھمکیوں کے کیسے کیسے روپ نازل ہوں۔؟

سوال نمبر 15 = ''جی حضوری کے اصل قدردان انگریز تھے انہوں نے اپنے خوشامدیوں کوعوام پر یوں مسلط کیا کہ آزادی کی نصف صدی کے بعد بھی وہ عوام کوآزاد کرنے پر تیارنہیں۔'' کیا آپ اس سے متفق ہیں۔؟ دلائل دیں۔

سوال نمبر 16 = بیوی کب شوہر کی خوشامد پر مجبور ہوتی ہے اور شوہر پر یہ براوقت کب آتا ہے۔؟تفصیل سے بیان کریں۔

سوال نمبر 17 = ایک عاشق اپنی محبوبہ سے جو بات چیت کرتا ہے اس میں خوشامد کی شرح فیصد معلوم کریں۔اس شرح فیصد کی کتنی مقدار کا نتیجہ لڑکیوں کے گھر سے بھاگنے کی صورت میں نکلتا ہے۔؟

(۱۹۹۳ء)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆



# شریف اداکارہ

ایک وقت تھا جب ''شریف'' اداکارہ فلمی دنیا میں پورے ۱۰۰۰ واٹ کے مرکزی بلب کی طرح جگمگا رہی تھی۔ پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے چہرے کے فلامنٹ کی طاقت کم ہوتی گئی تو اس نے وولٹیج پورے کرنے کیلئے جسمانی بجلی کا بھرپور استعمال شروع کردیا جس سے کئی منچلوں کے دل شارٹ سرکٹ ہوکر جل گئے بیشمار اداکارائیں اس کے فیوز ہونے کی دعائیں مانگتے مانگتے ایکسپائر (Expire) ہوکر بچوں کو کہانیاں سنانے پر مجبور ہوگئیں مگر شریف اداکارہ نے کسی نیوٹرل سے بندے کے ساتھ تعلقات کی تاریں جوڑ کر زندگی کی ہائی سپیڈ موٹر چلانے کی کبھی کوشش نہ کی۔ دراصل وہ اس ڈر سے فلم انڈسٹری سے کنکشن نہ کاٹ رہی تھی کہ بیرونی دنیا کی گرم ہوا اس کے ٹرانزسسٹر (Transistor) نہ جلا دے حالانکہ پوری دنیا میں اس کے اتنے پنکھے (Fans) موجود تھے کہ وہ گرمیوں میں فل ائرکنڈیشنڈ زندگی گزار سکتی تھی۔ لیکن اس نے حسن کا فیوز اڑنے تک فلموں میں جلووں کی تھری فیز سپلائی جاری رکھی۔ عجب آزاد عورت'' تھی''۔

(۱۹۹۳ء)

☆☆☆☆☆☆☆

# مرض عشق

یہ مرض دق سے زیادہ قدیم اور ایڈز سے زیادہ خطرناک ہے اور ابد تک اس کا اختتام ہوتا نظر نہیں آتا۔ حضرت آدمؑ کے زمانے سے لے کر اب تک یہ لاتعداد لوگوں کو قید حیات سے رہا کرانے کا کارنامہ سرانجام دے چکا ہے۔ خاندانی منصوبہ بندی والوں کا بھرم اسی مرض کے کارناموں کی وجہ سے قائم ہے ورنہ اب تک آبادی شائد مہنگائی کا بھی ریکارڈ توڑ چکی ہوتی۔ کیونکہ ایک عاشقانہ اندازے کے مطابق دنیا میں سب سے زیادہ اموات اسی مرض سے ہوتی ہیں۔

جدھر دیکھو وہیں عشق کے بیمار بیٹھے ہیں
ہزاروں مر چکے، لاکھوں تیار بیٹھے ہیں

جب مرض عشق کی تاریخ مرتب کی جائے گی تو اس میں اس کے خاص الخاص مریضوں لیلیٰ مجنوں، سسی پنوں، ہیر رانجھا، شیریں فرہاد، سوہنی مہنیوال، وامق عذرا اور رومیو جیولیٹ وغیرہ کے نام سنہری حروف سے لکھے جائیں گے۔ کیونکہ انہوں نے عشق کا نام روشن کرنے کے لیے بہت کام کیا ہے۔ اگر ان کو ''باقاعدہ عشق'' کا بانی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ عشق کے مریض دورے کی حالت میں اپنے ان بزرگوں کی قسمیں کھاتے ہیں۔

وجہ بیماری

نر اور مادہ کی آنکھیں دو سے چار ہونے اور ان کے دلوں کی بغیر آپریشن تبدیلی سے یہ مرض ہو جاتا ہے۔ فیشن بازار، ہاسپٹل، پارک، گرلز کالج و سکول اور دوسرے پبلک مقامات پر اس مرض کے جراثیم بکثرت پائے جاتے ہیں جو وہاں آنے والے کسی بھی شخص خصوصاً نوجوان



پر فوراً حملہ کرتے ہیں موسم بہار میں ان جراثیموں کی طاقت کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ فلمیریا وائرس بھی اس مرض کو پھیلانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ہیضے کی طرح یہ مرض بھی ایک سے دوسرے کو لگتا ہے اور پھر تیسرے کو حتی کہ کشتوں کے پشتے لگ جاتے ہیں۔

ابتدائی علامات (Indications)

یکایک انسان کو دنیا حسین لگنے لگتی ہے اس کی عقل کام کرنا چھوڑ دیتی ہے۔ نظر تیز اور نبض سست پڑ جاتی ہے بلڈ پریشر بڑھ جاتا ہے دل کی دھڑکن میں اضافہ ہو جاتا ہے مریض بہکی بہکی باتیں کرنے لگتا ہے اٹھتے بیٹھتے مرنے کا اعلان کرتا ہے۔

اقسام (Types)

کینسر کی طرح اس مرض کی بھی لاتعداد اقسام ہیں لیکن اس کے مریضوں کو دو بڑے درجوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

۱۔ دقیانوسی عاشق یا کل وقتی عاشق ۲۔ جدید عاشق یا جز وقتی عاشق

دقیانوسی یا کل وقتی عاشق (Full time Lover)

ان مریضوں کے چہروں پر ہر وقت بارہ بجے رہتے ہیں البتہ محبوبہ سے ملاقات کے بعد ڈھائی بج جاتے ہیں۔ نیند کی دیوی سے ان کی کوئی پرانی عداوت ہے۔ اس لیے اکثر راتوں کو تارے گننے کا شغل جاری رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے ریاضی میں بہت ماہر ہوتے ہیں۔ بالوں میں کنگھی کرنے کو گناہ سمجھتے ہیں اور جوؤں کی افزائش کر کے ان کی دعائیں لیتے ہیں لباس کے معاملے میں زیادہ نخرے نہیں کرتے اور جو مل جائے اس کا گریبان چاک کر کے پہن لیتے ہیں اور بچوں کو پیچھے لگا کر سڑکیں ناپتے ہوئے شہر کی وسعت کا اندازہ لگاتے ہیں اکثر کوچہ جاناں میں آہ و بکا کر کے پورے محلے کو جگا دیتے ہیں اور پھر تھانے سے برآمد ہوتے ہیں ان کے کولیگ یعنی ان کے رقیب حضرات ان کو نقصِ امن کے الزام

میں پھنسوانے کی کوشش کرتے ہیں سگریٹ کمپنیوں کی آدھی آمدنی ان مریضوں کی بدولت ہوتی ہے۔ ایسے مریض عموماً شاعر بھی ہوتے ہیں جو غمگین اردو ادب میں اضافے کا باعث بنتے ہیں۔ یہ مریض بھلے وقتوں میں بکثرت پائے جاتے تھے مگر آج کل ان کی قلت ہوگئی ہے۔

### جدید یا جزوقتی عاشق

اس درجے کے مریض ذرا ریڈی میڈ سے ہوتے ہیں۔ ان کو یہ خوش فہمی ہوتی ہے کہ ہر لڑکی ان کو دیکھ کر مسکراتی ہے۔ چاہے وہ ان کی لنگورسی شکل دیکھ کر ہنس رہی ہو۔ ایسے مریض عموماً لنڈے کی کوٹ پتلون پہنے استری شدہ بالوں کے ساتھ گرلز کالج یا دوسرے پبلک مقامات پر پائے جاتے ہیں ان کی مرغوب غذا لڑکیوں کے سینڈل ہیں جو یہ اپنے جسم کو مضبوط ثابت کرنے کے لیے آئے دن کھاتے رہتے ہیں اور پھر بھی بے مزہ نہیں ہوتے ان مریضوں کو اگر بدقسمتی سے کار یا موٹر سائیکل مل جائے تو دورہ اور بھی شدید ہو جاتا ہے مریض خود کو نائیٹ رائیڈر سمجھتا ہے اور بعد میں کار یا موٹر سائیکل کباڑیے کو فروخت کرنا پڑتی ہے۔ ایسا مریض انگلش گانے سن کر وجد میں آجاتا ہے اُس کو دنیا و مافیہا کا ہوش نہیں رہتا۔ جب ہوش آتا ہے تو مرہم پٹی کرانے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ عام اصطلاح میں ان مریضوں کو ''لفنٹر'' کہتے ہیں۔

### انوسٹیگیشن (Investigation)

اگر مندرجہ بالا علامات سے مریض کی شناخت نہ ہو سکے تو مریض کے دل، دماغ، جگر اور پیشاب ٹیسٹ کرائیں۔

### علاج (Treatment)

پہلی قسم کے مریض آج کل اس قدر قلیل تعداد میں ہیں کہ ان کو عجائب گھر میں رکھنا چاہیے



لیکن اگر آپ پھر بھی ان کا علاج کرنا چاہتے ہیں تو ان کے شعری دیوانوں کو فوراً آگ لگا دیں۔ ہیر رانجھا وغیرہ کے مرض کا حال خصوصاً انجام دردناک انداز میں سنائیں۔
ہماری کتاب ''نقصانات عشق با تصویر'' ان کو دس بار پڑھائیں امید ہے افاقہ ہوگا ورنہ ان کو مینٹل ہاسپٹل میں داخل کرائیں۔ دوسری قسم کے مریضوں کی سب سے پہلے حجامت اعلیٰ (ٹنڈ) کرا دیں تھری پیس سوٹ ہرگز نہ پہننے دیں بلکہ اگر ممکن ہو تو نیکر بنیان ہی پہنائیں تا کہ عشق کے جراثیم مریض کے نزدیک پھٹک نہ سکیں۔ مریض کا کیسٹ پلیئر ''بحق والدین ضبط'' کر لیں اور اس کے کمرے میں لگی اداکاراؤں کی تصاویر فوراً سے پہلے اتار لیں۔ کار اور موٹر سائیکل کی جھلک دور سے بھی نہ دکھائیں اگر مریض سواری کے لیے ضد کرے تو پطرس بخاری کے دوست مرزا یا پھر ہمارے دوست مرزا کی بائیسکل لے دیں۔ مریض کو صنف مخالف کی پہنچ سے دور رکھیں دونوں میں فاصلے کی کم سے کم حد ساٹھ فٹ ہے۔ البتہ نظر کمزور ہونے پر چند فٹ کی رعایت دی جا سکتی ہے پھر بھی احتیاط لازم ہے۔ (۱۹۹۰ء)



# قیس صحرائی

حضرت قیس صحرائی بستہ ب کے شاعر ہیں۔شاعری کی بیماری ان کو وراثت میں ملی منوں ٹنوں کے حساب سے شاعری کر چکے ہیں یوں ان کی ذات کاغذ کی صنعت کے لیے مستقل خطرے سے کم نہیں اپنے علاقے میں وہ اپنے کلام کو اسقدر عام کر چکے ہیں کہ ہر ایک کو ان کی ایک دو غزلیں زبانی یاد ہیں جو کثرتِ سماعت کے باعث ان کے لاشعور میں ریزرو ہو چکی ہیں اور اب محلے کے لوگ ان کو دیکھ کر یوں فرار ہوتے ہیں جیسے پولیس مقابلے میں مجرم۔یہ چپ ہوں تو لگتا ہے کہ رو رہے ہیں اور رو رہے ہوں ہوں تو لگتا ہے شاعری سنا رہے ہیں اور شاعری سنا رہے ہوں تو لگتا ہے کہ ہنس رہے ہیں سامعین کی بے بسی پر....گلا ایسا موزوں پایا ہے کہ ان کی سرگوشی دس کمروں تک سنائی دیتی ہے۔اس لیے اکثر اوقات شاعری سناتے سناتے تقریر پر اتر آتے ہیں اور جوشِ خطابت میں سب کچھ بھول جاتے ہیں۔آزاد آدمی ہیں قید کے سخت خلاف ہیں۔چاہے شاعری میں ہو یا محبت میں کھڑکی سے روشندان تک قسم کے رومان کے عادی ہیں اسی بنا پر دو بیویوں سے طلاق یافتہ ہو چکے ہیں۔اتنے بیوقوف ہرگز نہیں جتنے نظر آتے ہیں بلکہ اس کہیں زیادہ ہیں۔شکل سے شاعر کم اور فلسفی زیادہ نظر آتے ہیں جبکہ فلسفیوں میں بیٹھے ہوں تو عقلمند لگتے ہیں۔جن باتوں پر شرمانا چاہیے ہر وقت ایسی باتیں کرتے پائے جاتے



ہیں اور اب تو انہوں نے ضرورتِ رشتہ کے نام سے نظموں کی ایک کتاب بھی مرتب کی ہے جتنے بوڑھے ہیں ان کی تحریریں اتنی ہی جوان ہیں پچھلے دنوں لڑکیوں کے کالج کی ایک تقریب میں حاضرین کو مخاطب کر کے جب اس کتاب سے پچیس نظمیں سنانے کے بعد بھی باز نہ آئے تو فائر بریگیڈ نے انہیں ٹھنڈا کیا۔ویسے صحت ایسی ہے کہ لگتا ہے ان کا گھر ایتھوپیا میں ہے۔لٹھے کا سوٹ پہن لیں تو اس میں سے انہیں تلاش کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔تصویر نہیں کھنچواتے کہ اپنے حسن کی تاب نہیں لا سکتے کوئی اور بھی نہیں لا سکتا جب سے انہوں نے خود کو حسین سمجھنا شروع کیا ہے ان کے محلے میں کوئی بدصورت نہیں رہا۔اپنے تعارف کے لیے انہوں نے ایک تین منزلہ کارڈ بھی بنوا رکھا ہے۔جس کے مطابق وہ بیک وقت پچاس کے قریب علمی،ادبی،ثقافتی،معاشی تنظیموں کی اہم ذمہ داریاں اپنے سنگل سائز کندھوں پر اٹھائے پھر رہے ہیں جو کہ ڈھنگ سے کوئی جنازہ اٹھانے کے قابل بھی نہیں ہیں۔کہتے ہیں کہ جوانی میں شیر کے شکاری رہے ہیں جبکہ غیر معتبر ذرائع کے مطابق انہوں نے ایک دفعہ حالتِ بیداری میں شیر کو دیکھا تو تین دن بے ہوش رہے تھے۔ان کے دو شعری مجموعے ''آہ قیس'' اور ''راہ قیس'' ردی والوں کے کاروبار کے فروغ کا باعث بن چکے ہیں۔موصوف اہلِ علاقہ کی بددعاؤں کے باوجود ابھی تک ان کے سینے پر مونگ دلنے میں مصروف ہیں۔ (۱۹۹۵ء)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

# کھٹی میٹھی

☆ عورت کی آنکھوں کے سمندر میں برمودا ٹرائی اینگل سے زیادہ غرقابیاں ہوئی ہیں۔

☆ پرانے زمانے میں ایسی بیوقوف عورتیں بھی پائی جاتی تھیں جو ضرورت پڑنے پر اپنا سارا زیور خاوند کے قدموں میں رکھ دیتی تھیں۔

☆ شادی وہ طلسمی دروازہ ہے جس سے گزر کر دشوار مہمات سر کرنا پڑتی ہیں۔

☆ ساس بہو کی صلح مت کراؤ بلکہ لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی اپناؤ۔

☆ سسرال وہ علاقہ ہے جہاں شوہر ہتھیار ڈال دیتا ہے۔

☆ جو شخص کہے اور کر نہ سکے اسے شوہر کہتے ہیں۔

☆ دنیا کی تمام عورتوں سے اگر فرمائشوں کا عطر نکال لیں تو چاروں براعظم ڈوب جائیں گے۔

☆ لو(Love) ٹیکس لگا دیا جائے تو سارے خسارے پورے ہو سکتے ہیں۔

☆ مرد تگڑا ہو تو بیوی نہیں بولتی، بیوی تگڑی ہو تو خاوند اور دونوں تگڑے ہوں تو پورا محلہ نہیں بولتا۔

☆ بیوی سے بحث مت کرو تم جیت نہیں سکتے وہ چپ نہیں ہو سکتی۔

☆ خود کو کنوارا رکھ کر یہ سمجھ لیں کہ آپ نے ایک زندگی تباہ ہونے سے بچالی۔

☆ دشمن سے ایک بار اور بیوی سے ہزار بار ڈرو کہ وہ تمہیں ایذا دینے کے ہزاروں طریقے جانتی ہے۔

☆ عورت اس ببل گم کی مانند ہے جو شروع میں مزا دے کر بے مزہ ہو کر چپک جاتی ہے۔

☆ کچھ چیزیں روزبروز سستی ہو رہی ہیں۔ انسان۔ ضمیر۔ روپیہ۔

☆ ڈالر اور روپے کی لڑائی میں نقصان ہمیشہ غریب کا ہوتا ہے۔

☆ اگر اداؤں پر کوئی ڈگری ملتی تو نوے فیصد لڑکیاں پی۔ ایچ۔ ڈی ہوتیں۔

☆ اگر روزی علم و عقل کی بنیاد پر دی جاتی تو اکثر سیاستدان بھوکے مرجاتے۔



☆ شادی شدہ خود ڈوبتے ہی کنواروں کو شادی کے لیے مشتعل کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

☆ دیوانوں نے دل جگر دے دے کر محبوباؤں کو آدم خور بنا دیا ہے۔

☆ 75٪ لڑکیوں کی خوبصورتی میں بیوٹی پارلر کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

☆ لوگ بیوی کے ڈر سے ماں باپ کو چھوڑ دیتے ہیں لیکن اللہ کے خوف سے گناہ نہیں چھوڑتے۔

☆ بیوی کو خالص پیار دو مگر راز نہیں۔

☆ جس قوم کا رشتہ کتابوں سے کٹ جائے اس کی لائبریریوں میں بم دھماکے ہونا عجب نہیں۔

☆ اگر آپ کو اپنا ماضی یاد نہیں رہا تو بیگم کی خدمات حاصل کریں۔

☆ خاموشی علم و حکمت کا دروازہ ہے اسی لیے عورتوں کی اکثریت علم و حکمت سے محروم رہتی ہے۔

☆ درختوں کی چھاؤں اور زلفوں کی چھاؤں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ آپ درختوں کی چھاؤں میں سرعام بیٹھ سکتے ہیں۔

☆ بیوی سے راز کہنا اسے بیوی سے شوہر بنانا ہے۔

☆ حسن عارضی ہوتا ہے خصوصاً اگر بیوٹی پارلر کی بدولت ہو تو۔

☆ عشق کا بھوت عقل میں پاؤں رکھ کر سوار ہوتا ہے۔

☆ اسمبلی کے اجلاس ملک میں "غیر پارلیمانی الفاظ" عام کرنے کے ذمہ دار ہیں۔

☆ عشق۔ روٹی کپڑے اور مکان کی طرح ہر نوجوان کی بنیادی ضرورت۔

☆ کبھی پتھر کے بتوں کو پوجا جاتا تھا آج کل ذات برادری سٹیٹس اور مقبروں کی پوجا ہوتی ہے۔

☆ دوسری شادی کرنے والے عورت ذات کی طرف سے بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہیں۔

☆ تعزیت ناموں کی رو سے آج تک کسی شخص کی موت بروقت نہیں ہوئی۔

☆ اب تو قبرستانوں میں بھی محل اور جھونپڑیاں دیکھی جاسکتی ہیں۔

☆ ڈاکٹر ایسا ہدایت کار ہے جو ٹریلر تو سرکاری ہسپتال میں دکھاتا ہے اور پوری فلم پرائیویٹ کلینک پر۔

☆ اب تو شوہر صرف کہانیوں اور ڈراموں میں ہی مجازی خدا رہ گئے ہیں۔

☆ جہاں مسجدوں کو آباد نہ کیا جائے اور جہاد سے پہلو تہی کی جائے وہاں کوئی بابری مسجد سلامت نہیں رہ سکتی۔

☆ بوائز کالج کے پرنسپل نے گرلز کالج کی پرنسپل کو لکھا جلدی کالج لگایا کریں ہمارے لڑکے لیٹ ہو جاتے ہیں۔

☆ عورتوں نے مردوں کو غلام بنالیا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا تھا۔

☆ تعلیم میں لڑکے لڑکیوں سے اس لیے پیچھے ہیں کہ انہیں لڑکیوں کے پیچھے رہنے کی عادت ہو گئی ہے۔

☆ اگر شاعری میں سے عورت کو نکال دیا جائے تو باقی مرثیہ رہ جائے گا۔

☆ لوگ عزرائیل سے زیادہ بیوی سے اس لیے ڈرتے ہیں کہ عزرائیل زندگی میں صرف ایک بار آتا ہے۔

☆ ہمارے ملک میں عاشقوں کے "وسیع ذخائر" ظالم سماج کی دیواروں تلے دب کر ضائع ہو جاتے ہیں۔

☆ عظیم الشان کلینک---------- مسیحائی کے اعلیٰ تجارتی مراکز

☆ آزادی کی سرحد بازار سے شروع ہو کر بازار حسن پر ختم ہوتی ہے۔

☆ مسلمانوں میں خارجی جہاد اور فتوحات کا سلسلہ اس لیے بند ہے کہ وہ آج کل "داخلی جہاد" میں مصروف ہیں۔

☆ محبت ایک آرٹ ہے جو فائن آرٹ میں نہیں پڑھایا جاتا۔

☆ جو ذہین دشمن پسند کرتے ہیں کبھی شادی نہیں کرتے۔

☆ ٹیوشن سنٹر جہاں مہنگے داموں انبیاء کی میراث فروخت کی جاتی ہے۔

☆ عراق میں سرگرم عمل یو این او کے اندھے معائنہ کاروں کو آج تک کسی غیر مسلم ملک کا تباہ کن اسلحہ نظر نہیں آسکا۔



## اختتام



# فلیپ

☆ گدھے نے اپنے بچے کو ڈانٹتے ہوئے کہا "اے انسان کی اولاد! گدھا بن گدھا۔ (رازدارِ حیوانات)

☆ چوری دراصل مساوات اور برابری جیسے سنہری اصولوں کے نفاذ کی عملی کوشش ہے جس میں سرمایہ زیادہ دولت مند سے کم دولت مند کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ (چوری کی ڈائری)

☆ جب انسانی شعور محو آرام ہوتا ہے تو تحت الشعور......... لاشعور کی ملی بھگت سے دماغ کی سکرین پر سنسر سمیت ہر قسم کی پابندیوں سے آزاد نشریات شروع کر دیتا ہے جسے خواب کا نام دیا جاتا ہے۔ (خواب اور تعبیر)

☆ وہ بیک وقت کوئی پچاس کے قریب عملی، ادبی، ثقافتی، سماجی اور معاشی تنظیموں کی مرکزی ذمہ داریاں اپنے سنگل سائز کندھوں پر اٹھائے پھر رہے ہیں جو ڈھنگ سے کوئی جنازہ اٹھانے کے قابل بھی نہیں۔ (قیس صحرائی)

☆ آپ نے اپنی بیوی کو بیوقوف بنالیا میں آپ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ (کھٹی میٹھی)

☆ باضمیر اور عزت نفس کے حامل امیدوار تمام آسامیوں کے لیے نا اہل شمار ہوں گے۔ (آسامیاں خالی ہیں)

☆ حکمرانوں کے چاروں طرف دیوارِ خوشامد یہ کیوں بن جاتی ہے؟ (پرچہ خوشامد)

☆ سکھ اور حجام میں کیا دشمنی ہے اگر ان میں صلح ہو جائے تو مزید کتنے ہیئر کٹنگ سیلون قائم کیے جا سکتے ہیں؟ (پرچہ حجامت)

☆ اگر ایک لڑکا دروازہ دس لڑکیوں کو چھیڑتا ہے تو نیوٹن کے تیسرے قانونِ حرکت کے مطابق اس

کی بہن کو روزانہ کتنے لڑکے چھیڑیں گے۔ (پرچۂ چھیڑ چھاڑ)

☆ کس بادشاہ کے دورِ حکومت کو خواجہ سراؤں کا سنہری دور کہا جاتا ہے؟ یہ بھی بتائیں کہ خواجہ سرا صرف انسانوں میں ہی پائے جاتے ہیں یا جانوروں اور پودوں میں بھی؟ مثالوں کے جواب لڑھکائیں۔ (پرچہ برائے تیسری جنس)

☆ اگر آپ کسی شاعر سے تین ٹائم اس کی شاعری سن کر واہ واہ کہہ دیں تو وہ لمبا عرصہ کچھ کھائے پیئے بغیر زندہ رہ سکتا ہے۔ (قلم قبیلہ)

☆ گنجا آدمی مشاہیرِ عالم اور تاریخ کا مطالعہ کرتا ہے تو یہ دیکھ کر اس کا گنج فخر سے بلند ہو جاتا ہے کہ متعدد عظیم شخصیات گنجی تھیں۔ (پرچۂ گنج)

☆ ہم نے قصاب کے روایتی لباس دھوتی بنیان کو ترک کر کے سیاہ رنگ کے ایک سوٹ کو اپنی وردی قرار دیا جس کی قمیض کے سینے پر چھری ٹوکہ کندہ تھا۔ (از نوابی تا قصابی)

☆ پہلا پراٹھا ہی مس پرنٹنگ کے باعث کچا ہونے کی گواہی دے رہا تھا۔ (ایڈیٹر کی صبح کی ڈائری)

☆ ان کے چکنے چپڑے الفاظ کسی اوسط دماغ کو ساتویں آسمان تک نہ بھی پہنچاتے تو پہلے دوسرے آسمان تک ضرور پہنچا دیتے۔ (ادبی اجلاس)

خادم حسین مجاہد



خادم حسین مجاہد ادب اور زندگی کی ناہمواریوں کو دیکھتے ہیں تو اپنے قلمی نشتر سے ان ناسوروں کو آہستگی سے چھیڑ دیتے ہیں اس طرز کو فاسد مادہ بہہ جاتا ہے۔ ان کے عمل جراحی میں ایک فطری نفاست اور تیزی ہے اس عمل کے دوران وہ عموماً مریض کو اس درجہ مبہوت کر دیتے ہیں کہ مریض کو نشتر کی جراحت تک محسوس نہیں ہوتی۔ (غلام جیلانی اصغر)

خادم حسین مجاہد کی تحریروں میں تازگی اور گہرائی کے ساتھ ساتھ ایک چونکا دینے والا تیکھا پن ہے اس کے ہاں واضح سماجی شعور پایا جاتا ہے۔ اس کی نظر اپنے ماحول کی ناہمواریوں پر مرکوز ہے وہ ہمیں سماج کے ناسوروں کی طرف متوجہ کرنے کی برابر کوشش کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے طنز میں تفکر کا رنگ غالب ہے تو مزاح میں خیر خواہی کا اسی لیے اس کی تحریر کا ساختیاتی مطالعہ جہاں طنز و مزاح کی تمام جہتوں پر اس کی فنی مہارت کو ظاہر کرتا ہے وہیں پس ساختیاتی مطالعہ ہمیں اپنے ہی معاشرے کی حقیقی تصویر اپنی تمام تر تلخیوں اور مضحکہ خیزیوں سمیت نظر آتی ہے۔ اب یہ ہماری مرضی ہے کہ اس کا سامنا کریں یا آنکھیں بند کر لیں۔ (ڈاکٹر وزیر آغا)

خادم حسین مجاہد کی طنز میں گہری کاٹ پائی جاتی ہے وہ تفصیل کی بجائے ایجاز و اختصار کو پسند کرتے ہیں۔ وہ ایک خیال پر ایک تحریر نہیں لکھتے بلکہ ایک تحریر میں کئی خیالات پیش کرتے ہیں وہ سماجی موضوعات کے ساتھ ساتھ ادبی اور سیاسی معاملات کو بھی کامیابی کے ساتھ طنز و مزاح کا روپ دیتے ہیں۔ جس سے زبان و بیان پر اُن کے عبور اور وسیع مطالعہ کا پتہ چلتا ہے۔ ان کے ہاں ادبی اشعار کی طرح نصابی تحریف (Parody) کے بعض عمدہ نمونے بھی ملتے ہیں جن میں انہوں نے اپنا ایک خاص رنگ پیدا کیا ہے۔ مزید ادبی اجلاس اور تنقیدی مضامین کی جو خوبصورت پیروڈی انہوں نے پیش کی ہے اس کی نظیر مشکل سے ہی ملے گی۔ (ضیاء الحق قاسمی)




حق پبلی کیشنز